مجلہ

ماہنامہ

الحقیقہ

پاکستان

شمارہ 4۔ صفر المظفر ۱۴۳۳ھ جنوری 2012۔ جلد 12



حدیثِ أوس بن أوس

اداریہ

تصوّف کا اِنکار کیوں؟

صحابہ کرام کا مقام

مسائلِ دینیہ

میری آواز



فہرست

کیوں نہ ہو سب خدائی حضرت کی

ہے خدا تک رسائی حضرت کی
کیوں نہ ہو سب خدائی حضرت کی

انبیاء ، مرسلین ، جن و ملک
دے رہے ہیں دہائی حضرت کی

چشمِ شاہد سے کون ہو غائب
سب سے ہے آشنائی حضرت کی

پارسائی کی جان ، ان کا ادب
بادشاہی گدائی حضرت کی

غم غلط ہوگئے ہیں دم بھر میں
جب بھی دی ہے دہائی حضرت کی

کفر و شرک آج بھی ہراساں ہیں
دل پہ ہیبت ہے چھائی حضرت کی

عشق ہے ، کون کر سکے ٹھنڈا
آگ ہے یہ لگائی حضرت کی

آقا اپنے ہیں ، جنت اپنی ہے
ہے یہ بستی بسائی حضرت کی

دنیا پیدا جو کی تو پھر اس کو
راہ حق نے دکھائی حضرت کی

ذرہ ذرہ چمک اٹھا جس سے
وہ ہے جلوہ نمائی حضرت کی

میں ہوں اس شیخ پر فدا آسیؔ
جس نے چوکھٹ دکھائی حضرت کی

﴿حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

یونس-۶۳

کلمۃ الحقیقہ ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم اداریہ

تصوف کا انکار کیوں؟

سعید آسوی کے قلم سے

راقم الحروف نے تصوف پر اعتراض کرنے والوں کو تسلی بخش جواب دینے کا ارادہ کیا اور اس مقصد کے لئے ابتداً مختلف اربابِ قلم و دانش کی تحریروں کا مطالعہ کرنا شروع کیا۔ دورانِ مطالعہ اپنے شیخ کریم، محسن و مربی، اپنے خطاپوش، عطاپاش، قبلہ عالم حضور مفکرِ اسلام علیہ الرحمہ کا ایک مضمون نظر میں آیا، جو اس موضوع پر اپنی مثال آپ تھا۔ نیز اختصار و جامعیت کے اعتبار سے بھی اسے ایک علمی شاہکار پایا۔ چنانچہ قارئین الحقیقہ کے اذہان کو جلا بخشنے اور قلوب پر سے اوہام کے زنگ کو دور کرنے کے لئے اسے من وعن پیش کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

دورِ حاضر 'نعرہ بازی' کا دور ہے یا 'فکر گستاخ' کا۔ ظلمت نفس نے عموماً فکر و شعور کو تاریک راہوں پر ڈال دیا ہے اور جو اس کی زد میں جس قدر آ گیا، وہ اتنی ہی بڑی حقیقت کا منکر ہو گیا۔ فکری انتشار زروپر ہے اور جو بھی، جس نام سے بھی اور جس صداقت کا بھی انکار کرنا چاہے، کر دیتا ہے۔ فقہ کا انکار کرنے کے لئے لوگوں نے عمل بالحدیث کا نعرہ لگایا حالانکہ فقہ حدیث ہی کی تشریح و توضیح ہے۔ سنت رسول اور اطاعتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے روگردانی کرنے والوں نے 'اہل قرآن' ہونے کا اعلان کیا۔ حالانکہ قرآن حکیم کی رو سے مومن و کافر کے درمیان فرق ہی اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہے اور سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت رب دو عالم جل مجدہ کی اطاعت ہے۔ جنت و دوزخ، حور و ملک، جن و شیطان، عرش و فلک اور حشر و نشر جیسی قرآنی تصریحات سے سرتابی کو، 'فہم قرآن' جیسا خوبصورت نام دیا گیا۔ 'انکار' کی اس گرم بازاری میں اگر کوئی تصوف یعنی اسی روحانی طلب، قرآنی اخلاص اور حدیثی 'احسان' کو غیر ضروری یا بدعت سمجھ لے تو کون زبان روک سکتا ہے۔

چند سالوں کی بات ہے کہ ایک جدید تعلیم یافتہ نوجوان کسی تجدد پسند لیڈر کی تحریر سے متاثر ہو کر میرے ہاں سیالکوٹ آیا اور دورانِ گفتگو کہنے لگا، انہوں نے سچ ہی تو فرمایا ہے 'تصوف ایک افیون کی طرح ہے'۔ میں نے پوچھا 'کیا دین و مذہب کے منکر دین و مذہب کو افیون کا نشہ قرار نہیں دیتے؟ اور اگر واقعی ایسا ہے تو یہ سوچئے آپ کے مفسر قرآن کا اندازِ فکر اور طرزِ گفتگو کن کا 'فیض' ہے۔ اسے افیون قرار دینا کن کی سنت ہے؟ 'تصوف' دین کا مقصود سمجھنے، اس پر عمل کرنے بلکہ اس میں گم ہونے کا نام ہے۔ یہ تو خدا اور رسول (جل جلالہ فصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی محبت کا نشہ ہے جو دنیا و مافیہا سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ اس کا کسی بہانے سے انکار کرو، وجہ وہی ہو گی ظلمت نفس و فکر گستاخ۔

منکرین تصوف یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ اس میں یونانی و ہندی (دیومالائی) فلسفے کے اثرات شامل ہو گئے ہیں اور وحدۃ الوجود کا نظریہ

ایسے ہی مشرکانہ افکار کی پیداوار ہے۔ حقیقت میں یہ اعتراض بھی لاعلمی یا تعصب کی بنا پر ہے اور لفظ تصوف خود اس پر شاہدِ عادل ہے جو بعض کے نزدیک اصحابِ صفہ کی نسبت سے ہے تو بعض اسے صفا (یعنی صفائے قلب و حال) اور بعض 'صوف' سے مشتق قرار دیتے ہیں (اس لئے کہ پہلے دور میں صوفیاء، ریاضت و مجاہدہ کی غرض سے صوف کا لباس پہنتے تھے) تابعین اور تبع تابعین کے دور میں یہ لفظ عام مستعمل تھا اور اہل سنت اپنے زاہدوں کو صوفی کہتے تھے۔

حضرت امام احمد بن حنبل حضرت ابوحمزہ بغدادی کو 'یا صوفی' کہہ کر خطاب فرماتے (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) برصغیر میں اسلام کے انوار لانے اور پھیلانے والے اکابر ''صوفیا'' ہی کہلاتے ہیں۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ صوفیائے کرام مثلاً داتا گنج بخش، خواجہ غریب نواز، حضرت میراں حسین زنجانی، حضرت پیر مکی، حضرت بابا فرید گنج بخش، حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی، حضرت خواجہ علاؤ الدین علی احمد صابر، حضرت بہاؤ الحق زکریا، حضرت خواجہ رکن عالم، حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی، حضرت خواجہ گیسو دراز، حضرت شاہ ابوالمعالی اور سیدنا و مولنٰا مجدد الف ثانی علیہم الرحمۃ و الرضوان کتاب وسنت سے بے نیاز تھے اور معاذ اللہ یہاں کسی غیر اسلامی فلسفے کی تبلیغ و اشاعت کرتے رہے ہیں۔ نہیں، بلکہ ان سب کی زندگی، رضائے خدائے کریم اور اتباعِ حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے لئے وقف تھی اور یہ ان کے تصوف (یعنی صدق حال) کی برکت تھی کہ بتکدہ ہند میں رسم خلیل تازہ ہوئی اور کفر وشرک کا یہ گہوارہ ایمان و توحید کی جلوہ گاہ بن گیا۔ مختصر یہ کہ ہمارے ہاں تو اسلام لانے والے ہی 'تصوف' لائے ہیں، پھر اسے ہندو یونان کی پیداوار کہنا اپنے اسلاف کی کردار کشی نہیں تو کیا ہے۔

رہ گیا وحدۃ الوجود کا مسئلہ تو وہ بھی اپنی حقیقی تشریحات کے ساتھ قطعاً غیر اسلامی نہیں۔ اس کے خلاف موثر ترین آواز قطب المجد دین حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے اٹھائی۔ مگر انہوں نے کبھی یہ الزام نہیں دھرا کہ اس کے علمبردار معاذ اللہ غیر مسلم یا ان سے متاثر تھے۔ وہ تو اسے مشاہدے کی ایک منزل قرار دیتے ہیں اور اپنے ''وحدت الشہود'' کو اس سے اگلی منزل گردانتے ہیں۔ انہوں نے حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ کو جو اسے باضابطہ پیش کرنے والے تھے، ہمیشہ اولیاء کبار میں شمار کیا۔ خود حضرت مجدد، خواجہ باقی باللہ کے حلقہ ارادت میں آنے سے پہلے 'علم وفضل کا آفتاب عالمتاب ہونے کے باوجود، اپنے والد ماجد کی طرح 'وجودی' تھے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔ شہودی ہونے کے بعد بھی 'ان علماء پر جو اولیائے وجودی پر آپ کے سامنے معترض ہوتے تھے' آپ بعض دفعہ وحدت الوجود کی کیفیت طاری کر کے انہیں متحیر وخاموش کر دیتے تھے۔ ابن تیمیہ کا 'جو خداوند کریم کو مجسم مانتا تھا' اگر شیخ اکبر کا گستاخ اور وحدۃ الوجود کا منکر' ہے کوئی اعتبار نہیں۔

ہاں 'اگر جاہل صوفیوں نے کتاب وسنت اور اجماع امت کے خلاف کوئی بات کہی ہے تو یقین جانئے وہ جاہل تو ضرور ہوں گے 'صوفی ہرگز نہیں اور ان کی خرافات سے اصل تصوف موردِ الزام نہیں ٹھہرتا۔ کیا ابوالکلام آزاد نے (جو رسالت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانا نجاتِ اخروی کے لئے ضروری نہیں سمجھتا) تفسیر لکھ کر قرآن پر ظلم نہیں کیا؟ تو کیا اس کی وجہ سے علم تفسیر ہی کو مطعون کرنا جائز ہوگا؟ اسی طرح کسی موضوع حدیث کو سن کر ہر حدیث اور علم حدیث کا انکار روا ہوگا؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ تو تصوف کے بارے میں ہم کسی غلط روایت کا سہارا لے کر اس سے کیوں پھریں۔

تصوف صوفیائے سابقین کی نظر میں:

تصوف کا اولین تصور نکھارنے میں صوفیائے کرام کے ارشادات پیش کئے جاتے ہیں

۱: سیدنا داتا گنج بخش علیہ الرحمہ نے کسی بزرگ کے درج ذیل شعر کے حوالے سے 'تصوف' اور 'صوفی' کا مفہوم پیش کیا ہے۔

ان الصفا صفة الصديقان اردت صوفيا على التحقق

یعنی اگر تجھے کسی صوفی کی تلاش ہے تو شانِ صفا سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ متصف تھے۔

(جن کے دل کو ماسوا سے تعلق تھا، نہ دنیا سے محبت)

۲: حضرت ابوالحسن نوری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے۔

التصوف ترک کل حظ لنفس

یعنی ہر حظ نفس کو چھوڑنا تصوف ہے۔

۳: حضرت خضری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے۔

تصوف یہ ہے کہ اپنے ضمیر کو مخالفت حق کی کدورت سے پاک رکھنا۔ (التصوف صفاء السر من کدورۃ المخالفۃ)

۴۔ امام الائمہ سیدنا حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ یہ ہے

التصوف خلق فمن ناد علیا فی خلق زاد علیک فی التصوف

یعنی تصوف نیک خصلت ہے جو تجھ سے اخلاق میں اچھا ہے، وہ تجھ سے تصوف میں آگے ہے۔

۵۔ غوث الاغیاث، فرد الافراد حضور سیدنا غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمانِ عالی شان سنئے

تصوف کی بنیاد آٹھ چیزوں پر قائم ہے۔

ا۔ سخائے ابراہیم علیہ السلام۔ ۲۔ رضائے اسحٰق علیہ السلام۔ ۳۔ صبر ایوب علیہ السلام۔ ۴۔ مناجات زکریا علیہ السلام۔
۵ مسافرت یحییٰ علیہ السلام۔ ۶ صوف پوشی کلیم اللہ علیہ السلام۔ ۷۔ سیاحت مسیح علیہ السلام۔ ۸۔
فقر محمدی (علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام)

اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

﴿تعزیت نامہ﴾

☆ سجادہ نشین حضور مفکر اسلام جناب صاحبزادہ عطاالحق نقشبندی آسوی صاحب کے ماموں جان جناب رانا طلعت محمود صاحب کی والدہ محترمہ جو کہ پچھلے دنوں قضائے الٰہی سے انتقال کر گئیں۔ مرحومہ نہایت ہی عابدہ وزاہدہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

☆ اسسٹنٹ فنانس آفیسر جناب عبدالغفور صاحب جو کہ 20 دسمبر 2011 کو دل کا دورہ پڑنے سے خالق حقیقی سے جا ملے مرحوم نہایت ایماندار اور فرض شناس آفیسر تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین!

☆ چند دنوں پہلے ماہ دسمبر کے آخری ایام میں علامہ محمد افضل قادری صاحب (خطیب اعظم شکر گڑھ) ان کی اہلیہ محترمہ قضائے الٰہی سے اس دنیا فانی سے کوچ کر گئیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

☆ حاجی شوکت علی شوہر صاحب (لاثانی بک سنٹر شکر گڑھ) کے ماموں جان قضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

☆ قاری کرم رسول صاحب (پنڈی بوہڑی) کے والد محترم پچھلے دنوں داغ مفارقت دے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین ثم آمین!

☆ علامہ محمد انور مجددی صاحب (دسری) کے والد محترم بھی دار فانی چھوڑ کر دار ابد میں جا پہنچے۔ رب تعالیٰ ان کے درجات بھی بلند فرمائے۔ آمین ثم آمین!

﴿ادارہ ان کے غم میں برابر کا شریک ہے﴾

مسائل دینیہ

﴿محقق دوراں جناب علامہ حافظ محمد نصر اللہ صاحب آسوی مدنی﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء و المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔ (سورۃ الانبیاء آیت:۷)

ایک اہم مسئلہ: کچھ لوگ دسمبر میں کرسمس کے موقع پر ایک دوسرے کو **Marry crismis or happy crismis** کہتے ہیں کیا ایسا کہنا جائز ہے۔ ایسا کہنا ہرگز جائز نہیں امام اہل سنت فرماتے ہیں: کافروں کے کسی کام کو اچھا سمجھنا ان ک مذہبی تہواروں میں جا کر شان و شوکت بڑھانا کفر ہے۔ فتاوی رضویہ جلد ۲۱ ص 159-166-171، کرسمس ڈے، ہولی، دیوالی کو اچھا سمجھنا اس کی تعظیم میں مبارک باد دینا کفر ہے۔ (فتاوی رضویہ جلد ۱۴ ص ۶۷۳) اور ایسے کام کرنے سے نصاری سے ہماری مشابہت ہوتی ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ہے۔ ابوداود مشکوۃ کتاب اللباس الفصل الثانی حدیث 4347

ابو العلا محمد امجد علی اعظمی عفی عنہ فرماتے ہیں

مسئلہ: ہولی اور دیوالی پوجنا کفر ہے کہ یہ عبادت غیر اللہ ہے۔ کفار کے میلوں تہواروں میں شریک ہو کر ان کے میلے اور جلوس مذہبی کی شان و شوکت بڑھانا کفر ہے جیسے رام لیلا اور جنم اشٹمی اور رام نومی وغیرہ کے میلوں میں شریک ہونا۔ یوہیں ان کے تہواروں کے دن محض اس وجہ سے چیزیں خریدنا کہ کفار کا تہوار ہے یہ بھی کفر ہے جیسے دیوالی میں کھلونے اور مٹھائیاں خریدی جاتی ہیں کہ آج خریدنا دیوالی منانے کے سوا کچھ نہیں۔ یوہیں کوئی چیز خرید کر اس روز مشرکین کے پاس ہدیہ کرنا جبکہ مقصود اُس دن کی تعظیم ہو تو کفر ہے۔ (بحر الرائق)

مسلمانوں پر اپنے دین و مذہب کا تحفظ لازم ہے، دینی حمیت اور دینی غیرت سے کام لینا چاہیے، کافروں کے کفری کاموں سے الگ رہیں، مگر افسوس کہ مشرکین تو مسلمانوں سے اجتناب کریں اور مسلمان ہیں کہ ان سے اختلاط رکھتے ہیں، اس میں سراسر مسلمانوں کا نقصان ہے۔ اسلام خدا کی بڑی نعمت ہے اس کی قدر کرو اور جس بات میں ایمان کا نقصان ہے، اس سے دور بھاگو! ورنہ شیطان گمراہ کر دیگا اور یہ دولت تمھارے ہاتھ سے جاتی رہے گی پھر کف افسوس ملنے کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئیگا۔

اے اللہ! (عزوجل) تُو ہمیں صراط مستقیم پر قائم رکھ اور اپنی ناراضی کے کاموں سے بچا اور جس بات میں تُو راضی ہے، اس کی توفیق دے، تُو ہر دشواری کو دور کرنے والا ہے اور ہر سختی کو آسان کرنے والا۔ بہار شریعت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ ج ۹ ص ۴۶۶

آج تک اگر ایسا جتنی بار بھی کیا ہو تو ان سب کے بارے میں توبہ کر کے کلمہ پڑھیں اور استغفار کر کے سچی توبہ کریں کہ آئندہ ایسا کام نہیں کریں گے بلکہ دوسروں کو بھی روکیں گے۔ اس دن کثرت سے سورہ اخلاص پڑھنی چاہئے کیونکہ عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ عیسی علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں (معاذ اللہ)

مالِ تجارت اور اس کی زکوٰۃ:

سوال: ایک گھر میں دو یا تین بھائی ہیں ان کا اپنا علیحدہ علیحدہ پلاٹ ہے وہ چاہتے ہیں کہ ان کو بیچ کر بچوں کی شادی وغیرہ کردیں گے تو کیا ان پر زکوۃ ادا کرنا پڑے گی؟ علامہ سعید آسوی صاحب شکر گڑھ

جواب اگر پلاٹ تجارت کے لئے خریدے ہوں جیسا کہ پراپرٹی ڈیلر کرتے ہیں تو ان پر زکاۃ ہے اور اگر گھریلو ضروریات کے لئے ہوں تو زکوۃ نہیں ہے جیسا کہ کسی کی نیت ہو کہ میں اس پر اپنا یا بچوں کا مکان یا دینی مدرسہ بناؤں گا یا دیگر ضروریات وغیرہ بہتر یہ ہے کہ وہ شادی وغیرہ کی نیت نہ کرے بلکہ مطلقا ضروریات کی نیت کرلے۔ علامہ صاحب کا سوال تو اتنا ہی تھا لیکن میں چاہتا ہوں کہ زکوۃ کے چند ضروری مسائل بھی بیان کردیئے جائیں جن سے اکثر لوگ ناواقف ہوتے ہیں۔

مالِ تجارت کسے کہتے ہیں؟: مال تجارت اُس مال کو کہتے ہیں جسے بیچنے کی نیت سے خریدا گیا ہے اور اگر خریدنے یا میراث میں ملنے کے بعد تجارت کی نیت کی تو اب وہ مال تجارت نہیں کہلائے گا۔ (ماخوذ از ردالمحتار، کتاب الزکوۃ، باب زکوۃ المال)

مثلاً زید نے موٹر سائیکل اس نیت سے خریدی کہ اسے بیچ دوں گا اور نفع کماؤں گا تو یہ مال تجارت ہے اور اگر اپنے استعمال کے لیے خریدی تھی ،اُس وقت بیچنے کی نیت نہیں تھی صرف استعمال کی تھی مگر خریدنے کے بعد نیت کرلی کہ اچھے دام ملیں گے تو بیچ دوں گا یا پختہ نیت ہی کرلی کہ اب اس کو بیچ ڈالنا ہے تب بھی زکوۃ فرض نہیں ہوگی کیونکہ خریدتے وقت کی نیت پر زکوۃ کے احکام مرتب ہوں گے۔

وراثت میں چھوڑا ہوا مالِ تجارت: اگر کسی نے وراثت میں مال تجارت چھوڑا تو اگر اس کے مرنے کے بعد وارثوں نے تجارت کی نیت کرلی تو زکوۃ واجب ہے۔ (بہار شریعت،)

مالِ تجارت کا نصاب: مال تجارت کی کوئی بھی چیز ہو، جس کی قیمت سونے یا چاندی کے نصاب (یعنی ساڑھے سات تولے سونے یا ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت) کو پہنچے تو اس پر بھی زکوۃ واجب ہے۔ (بہار شریعت،

مالِ تجارت کی زکوۃ: قیمت کا چالیسواں حصہ (یعنی 2.5%) زکوۃ کے طور پر دینا ہوگا۔ (فتاوٰی امجدیہ،)

مالِ تجارت کے نفع پر زکوۃ: زکوۃ مال تجارت پر فرض ہوگی نہ صرف نفع پر بلکہ سال مکمل ہونے پر نفع کی موجودہ مقدار اور مال تجارت دونوں پر زکوۃ ہے۔ (فتاوٰی رضویہ مُخرّجہ، کتاب الزکوۃ،)

مالِ تجارت کی زکوۃ کا حساب: مال تجارت کی زکوۃ دینے کے لئے اسکی کی قیمت لگوائی جائے پھر اس کا چالیسواں حصہ زکوۃ دے دی جائے۔ (ماخوذ اَز فتاوٰی امجدیہ)

قیمت وقت خریداری کی یا سال تمام ہونے کی؟: مالِ تجارت میں سال گزرنے پر جو قیمت ہوگی اس کا اعتبار ہے۔ (بہار شریعت،)

ہول سیل کاروبار کرنے والے کے لئے زکوۃ ادا کرنے کا طریقہ: ہول سیل کاروبار کرنے والا شخص جس دن، جس وقت مالکِ نصاب ہوا تھا دیگر شرائط پائے جانے اور سال گزرنے پر جب وہ دن وہ وقت آئے تو جتنا مال موجود ہے حساب لگا کر اس کی فوراً زکوۃ ادا کرے اور جو اُدھار میں گیا ہوا ہے اس کا حساب اپنے پاس محفوظ کرلے اور جب اس میں سے مقدار نصاب کا پانچواں حصہ وصول ہو تو اس وصول شدہ حصے کی زکوۃ کی ادائیگی کرے ،اسی حساب سے جتنا مال ملتا جائے اتنے حصے کی زکوۃ ادا کرتا جائے ۔(ردالمحتار، کتاب الزکوۃ، مطلب فی وجوب الزکوۃ... الخ، ج، ص) لیکن آسانی اسی میں ہے کہ اُدھار میں گئے ہوئے مال کی زکوۃ بھی ابھی ادا کردے تا کہ بار بار کے حساب سے نجات ملے۔ (فتاوٰی رضویہ مُخرّجہ،) پھر اس میں سے ادھار لی ہوئی رقم یا اُدھار میں لئے ہوئے سامانِ تجارت کی قیمت تفریق کردے اب جو باقی بچے اس کا اڑھائی فیصد (2.5 %) بطورِ زکوۃ ادا کرے۔ یاد رہے کہ اُدھار میں گئی ہوئی رقم یا سامانِ تجارت کی زکوۃ فی الحال ادا کرنا واجب نہیں، لیکن آسانی کی خاطر

اسے حساب میں شامل کیا گیا ہے۔

اُدھار میں لیا ہوا مال: اُدھار میں لئے ہوئے مال کو اصل مال سے تفریق کرے جو باقی بچے اس کی زکوٰۃ ادا کرے۔

ہول سیل (تھوک) کے نرخ کا اعتبار ہوگا یا ریٹیل (پرچون) کا: ہول سیل کا کاروبار کرنے والے ہول سیل کے نرخ کے اعتبار سے اور پرچون کا کاروبار کرنے والے ریٹیل (پرچون) کے نرخ کے اعتبار سے قیمت نکالیں گے۔

حساب کا طریقہ: مالِ تجارت کی زکوٰۃ دینے والے کو چاہیے کہ وہ زکوٰۃ کا حساب اس طرح کرے:

(۱) موجودہ سامانِ تجارت کی قیمت (۲) کرنسی نوٹ (۳) اُدھار میں گئی ہوئی رقم (۴) اُدھار میں گیا ہوا سامانِ تجارت ۔ میزان

پھر اس میں سے ادھار لی ہوئی رقم یا اُدھار میں لئے ہوئے سامانِ تجارت کی قیمت تفریق کردے اب جو باقی بچے اس کا اڑھائی فیصد %2.5) بطورِ زکوٰۃ ادا کرے۔ یاد رہے کہ اُدھار میں گئی ہوئی رقم یا سامانِ تجارت کی زکوٰۃ فی الحال ادا کرنا واجب نہیں، لیکن آسانی کی خاطر اسے حساب میں شامل کیا گیا ہے۔

کیا ہر سال زکوٰۃ دینا ہوگی؟ مالِ تجارت جب تک خود یا دیگر اموال سے مل کر نصاب کو پہنچتا رہے گا، وجوبِ زکوٰۃ کی دیگر شرائط مکمل ہونے پر اس پر ہر سال زکوٰۃ واجب ہوتی رہے گی۔

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ مُخرَّجہ، کتاب الزکوٰۃ)

خریدنے کے بعد نیت بدل جانا: اگر کسی نے کوئی چیز مثلاً کار وغیرہ تجارت کی نیت سے خریدی ' مگر جب دیکھا یہ کار استعمال کے لیے بہتر ہے تو بیچنے کا ارادہ ترک کردیا ' کچھ دنوں بعد اسے رقم کی ضرورت پیش آ گئی اس نے کار کو بیچنے کی نیت کرلی مگر سال بھر تک نہ بک سکی تو اس کار پر زکوٰۃ نہیں بنے گی کیونکہ اگر مالِ تجارت کے بارے میں ایک مرتبہ تجارت کی نیت تبدیل ہوگئی یا اس کو بیچنے کا ارادہ ترک کردیا پھر اس پر تجارت کی نیت کی تو وہ چیز دوبارہ مالِ تجارت نہیں بن سکتی۔

دُکان کی زکوٰۃ: کاروبار کے لئے دکان خریدی تو شاملِ نصاب نہیں ہوگی۔ فتاویٰ شامی میں ہے "دکانوں اور جاگیروں میں (زکوٰۃ نہیں)۔"

(الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکوٰۃ، مطلب فی زکوٰۃ ثمن المبیع)

ایڈوانس پر زکوٰۃ: کرائے پر دکان یا مکان لینے کے لئے ایڈوانس دیا، نصاب میں شامل ہوگا کیونکہ دکان یا مکان کرائے پر لینے کے لئے دیا جانے والا ایڈوانس یا ڈپازٹ ہمارے عُرف میں قرض کی ایک صورت ہے۔ لہٰذا یہ بھی شاملِ نصاب ہوگا۔ (وقار الفتاویٰ)

مکان پر زکوٰۃ: وہ مکانات جو کرائے پر اٹھانے کے لئے ہوں اگرچہ پچاس کروڑ کے ہوں ان پر زکوٰۃ نہیں ہے، ہاں! ان سے حاصل ہونے والا نفع تنہا یا دیگر مال کے ساتھ مل کر نصاب کو پہنچ جائے تو زکوٰۃ کی دیگر شرائط پائے جانے پر اس پر زکوٰۃ دینا ہوگی۔ (فتاویٰ رضویہ مُخرَّجہ)

کرائے پر چلنے والی گاڑیوں اور بسوں پر زکوٰۃ: کرائے پر چلنے والی گاڑیوں یا بسوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، ہاں! ان کی آمدنی پر فرض ہوگی۔ (فتاویٰ فقیہ ملت، کتاب الزکوٰۃ)

انشورنس کی رقم پر زکوٰۃ: انشورنس میں جمع کروائی گئی رقم اگر تنہا یا دیگر اموال سے مل کر نصاب کو پہنچتی ہے تو اس پر بھی زکوٰۃ ہوگی۔

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ: چونکہ یہ فنڈ مالک کی مِلک ہوتا ہے اس لئے اگر ملازم مالکِ نصاب ہے تو جب سے یہ رقم جمع ہونا شروع ہوئی اُسی وقت سے اِس رقم کی بھی زکوٰۃ ہر سال فرض ہوتی رہے گی۔ (فتاویٰ فیض الرسول، حصہ اوّل) لیکن ادائیگی اس وقت واجب ہوگی جب مقدارِ نصاب کا کم از کم پانچواں حصہ وصول ہوجائے۔ (ماخوذ از فتاویٰ فقیہ ملت)

بیسی (کمیٹی) کی رقم پر زکوٰۃ: بیسی (کمیٹی) کا معاملہ بھی قرض کی طرح ہے، لہٰذا دیکھا جائے گا کہ اس کو بیسی (کمیٹی) مل چکی ہے یا نہیں ؟پوری کمیٹی ملنے کی صورت میں اس کی بھری ہوئی رقم پر زکوٰۃ ہوگی جتنی رقم بھرنا باقی ہے وہ نصاب میں شامل نہیں ہوگی کیونکہ یہ اس پر ایک طرح سے قرض ہے۔ اور اگر بیسی (کمیٹی) نہیں ملی تو نصاب پورا ہونے اور دیگر شرائط زکوٰۃ پائے جانے کی صورت میں سال گزرنے پر زکوٰۃ فرض ہوجائے گی لیکن ادائیگی اس وقت لازم ہوگی جب مقدارِ نصاب کا کم از کم پانچواں حصہ وصول ہوجائے، لہٰذا !اس وصول شدہ حصے کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔(فتاوٰی اہل سنت،)

حساب کا طریقہ: بیسی بھرنے والے کو چاہیے کہ اگر وہ بیسی وصول کر چکا ہے تو زکوٰۃ کا حساب اس طرح کرے:

(ا)وصول ہونے والی رقم (۲)بقیہ اقساط کی رقم (خارج کرے (۳)کل رقم اب اس کل رقم کا اڑھائی فیصد 2.5% بطورِ زکوٰۃ ادا کرے۔

بیوی کے زیور کی زکوٰۃ: اگر شوہر نے بیوی کو زیور بنوا کر دیا ہو تو اگر وہ زیور بیوی کی ملکیت میں دے چکا ہے تو زکوٰۃ بیوی ادا کرے گی اور اگر محض پہننے کے لئے دیا ہے اور مالک شوہر ہی ہے تو شوہر زکوٰۃ ادا کریگا۔ (ماخوذ از فتاوٰی رضویہ مُخَرَّجہ، کتاب الزکوٰۃ،)

شوہر کے سمجھانے کے باجود بیوی زکوٰۃ نہ دے تو؟: اگر شوہر کے سمجھانے کے باوجود زوجہ زیور کی زکوٰۃ نہ دے تو اس کا وبال شوہر پر نہیں آئے گا۔قرآن پاک میں ہے:

ترجمہ کنز الایمان: کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہیں اٹھاتی۔(پ ،النجم)

ہاں !اس پر مناسب انداز میں سمجھانا لازم ہے کہ قرآن پاک میں ہے:

ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو !اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔(پ، التحریم(

(ماخوذ از فتاوٰی رضویہ مُخَرَّجہ، کتاب الزکوٰۃ، ج ، ص)

رہن رکھے گئے زیور کی زکوٰۃ: رہن رکھے زیور کی زکوٰۃ نہ رکھنے والے (یعنی مرتہن) پر ہے نہ رکھوانے والے (یعنی راہن) پر کیونکہ رکھنے والے کی ملک نہیں اور رکھوانے والے کے قبضے میں نہیں۔اور جب رہن رکھنے والا اس زیور کو واپس لے لگا تو گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ اس پر واجب نہیں ہوگی۔(فتاوٰی رضویہ مُخَرَّجہ، کتاب الزکوٰۃ،)

ایک منافق مسجد کے امام کا قتل:

سوال: حافظ صاحب سوال ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک منافق مسجد کے امام کو قتل کروادیا تھا حوالہ سمیت بیان فرمادیں جزاک اللہ۔

(کامران عطاری اور شہزاد عطاری شاہدرہ لاہور)

جو لوگ سورہ عبس کی آیات سے سرورِ عالم ﷺ کے مرتبہ عالیہ کی تنقیص کرتے ہیں وہ پرلے درجے کے کم فہم ہیں پہلے بھی یہ اہل نفاق کا شیوہ تھا۔علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ ایک امام ہمیشہ نماز میں اسی سورت کی قراءت کرتا ہے تو آپ نے ایک آدمی بھیجا جس نے اس کا سر قلم کردیا چونکہ وہ حضور ﷺ کے مرتبہ عالی کی تنقیص کے ارادے سے اس کی قراءت کیا کرتا تھا تا کہ مقتدیوں کے دل میں حضور ﷺ کی عظمت کم ہوجائے اس لئے نگاہ فاروق میں وہ مرتد تھا اور مرتد واجب القتل ہوا کرتا ہے۔(تفسیر روح البیان پارہ نمبر ۳۰)

ایسے مقامات پر انسان کو سنبھل کر قدم رکھنا چاہئے مبادا ایمان کی شمع گل ہوجائے۔

پاک ناپاک کپڑے ساتھ دھونے کا مسئلہ:

سوال (ا) آج کل اکثر نوجوان احتلام ہونے کی صورت میں کپڑوں بغیر پاک کئے باتھ روم میں رکھ دیتے ہیں جن کو گھر والے اٹھا کر دوسرے

کپڑوں کے ساتھ مشین میں دھو دیتے ہیں تو کیا مشین میں موجود تمام کپڑے ناپاک نہیں ہو جاتے؟

(۲) قوالی (موجودہ شکل) کا جواز یا عدمِ جواز قرآن وحدیث فقہاء کرام اور صوفیائے کرام کے اقوال کی روشنی میں بیان فرمادیں۔

دیتے ہیں تو کیا مشین میں تمام کپڑے ناپاک نہیں ہو جاتے۔؟ (حافظ ذیشان تلہ گنگ چکوال)

پتلی نَجاست والا کپڑا پاک کرنے کے متعلّق 6 مَدَنی پھول

1) اگر نَجاست رَقیق (یعنی پتلی جیسے پیشاب وغیرہ) ہو تو تین مرتبہ دھونے اور تینوں مرتبہ بقُوّت (یعنی پوری طاقت سے) نچوڑنے سے پاک ہوگا اور قوت کیساتھ نچوڑنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ شخص اپنی طاقت بھر اس طرح نچوڑے کہ اگر پھر نچوڑے تو اُس سے کوئی قطرہ نہ ٹپکے، اگر کپڑے کا خیال کر کے اچھی طرح نہیں نچوڑا تو پاک نہ ہوگا۔ (بہارِ شریعت حصہ ۲ ص ۱۴۰) 2) اگر دھونے والے نے اچھی طرح نچوڑ لیا مگر ابھی ایسا ہے کہ اگر کوئی دوسرا شخص جو طاقت میں اس سے زیادہ ہے نچوڑے تو دو ایک بوند ٹپک سکتی ہے تو اس (پہلے نچوڑنے والے) کے حق میں پاک اور دوسرے کے حق میں ناپاک ہے۔ اس دوسرے کی طاقت کا (پہلے کے حق میں) اعتبار نہیں، ہاں اگر یہ دھوتا اور اسی قدر نچوڑتا (جس قدر پہلے والے نے نچوڑا تھا) تو پاک نہ ہوتا۔ (ایضاً) 3) پہلی اور دوسری مرتبہ نچوڑنے کے بعد ہاتھ پاک کر لینا بہتر ہے اور تیسری بار نچوڑنے سے کپڑا بھی پاک ہو گیا اور ہاتھ بھی، اور جو کپڑے میں اتنی تری رہ گئی ہو کہ نچوڑنے سے ایک آدھ بُوند ٹپکے گی تو کپڑا اور ہاتھ دونوں ناپاک ہیں۔ (ایضاً) 4) پہلی یا دوسری بار ہاتھ پاک نہیں کیا، اور اس کی تری سے کپڑے کا پاک حصہ بھیگ گیا تو یہ بھی ناپاک ہو گیا۔ پھر اگر پہلی بار کے نچوڑنے کے بعد بھیگا ہے تو اسے دو مرتبہ دھونا چاہیے اور دوسری مرتبہ نچوڑنے کے بعد ہاتھ کی تری سے بھیگا ہے تو ایک مرتبہ دھویا جائے۔ یو ہیں اگر اس کپڑے سے جو ایک مرتبہ دھو کر نچوڑ لیا گیا ہے، کوئی پاک کپڑا بھیگ جائے تو یہ دو بار دھویا جائے اور اگر دوسری مرتبہ نچوڑنے کے بعد اس سے وہ کپڑا بھیگا تو ایک بار دھونے سے پاک ہو جائے گا۔ (بہارِ شریعت)

5) کپڑے کو تین مرتبہ دھو کر ہر مرتبہ خوب نچوڑ لیا ہے کہ اب نچوڑنے سے نہ ٹپکے گا پھر اس کو لٹکا دیا اور اس سے پانی ٹپکا تو یہ پانی پاک ہے اور اگر خوب نہیں نچوڑا تھا تو یہ پانی ناپاک ہے۔ یہ ضَروری نہیں کہ ایک دم تینوں بار دھوئیں بلکہ اگر مختلف وقتوں بلکہ مختلف دنوں میں یہ تعداد پوری کی جب بھی پاک ہو جائے گا۔ (بہارِ شریعت حصہ ۲ ص ۱۴۱)

بہتے نَل کے نیچے دھونے میں نچوڑنا شرط نہیں: فتاوٰی امجدیہ جلد 1 صَفْحَہ 35 میں ہے کہ یہ (یعنی تین مرتبہ دھونے اور نچوڑنے کا) حکم اس وَقت ہے جب تھوڑے پانی میں دھویا ہو، اور اگر حوضِ کبیر (یعنی دَہ در دَہ یا اس سے بڑے حوض، نہر ندی، سمندر وغیرہ) میں دھویا ہو یا (نَل، پائپ یا لوٹے وغیرہ کے ذریعے) بُہت سا پانی اس پر بہایا یا (دریا وغیرہ) بہتے پانی میں دھویا تو نچوڑنے کی شرط نہیں۔

بہتے پانی میں پاک کرنے میں نچوڑنا شرط نہیں: فُقَہائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلام فرماتے ہیں: دَری یا ٹاٹ یا کوئی ناپاک کپڑا بہتے پانی میں رات بھر پڑا رہنے دیں پاک ہو جائے گا اور اصل یہ ہے کہ جتنی دیر میں یہ ظَنِّ غالب ہو جائے کہ پانی نَجاست کو بہالے گیا پاک ہو گیا کہ بہتے پانی سے پاک کرنے میں نچوڑنا شرط نہیں۔ (بہارِ شریعت)

پاک ناپاک کپڑے ساتھ دھونے کا مسئلہ: اگر بالٹی یا کپڑے دھونے کی مشین میں پاک کپڑوں کے ساتھ ایک بھی ناپاک کپڑا یا پانی کے اندر ڈال دیا تو سارے ہی کپڑے ناپاک ہو جائیں گے اور بلاضَرورتِ شَرعیّہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ چُنانچِہ میرے آقا اعلیٰ حضرت، امامِ اَہلسنّت، مولانا شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فتاوٰی رضویہ (مُخَرَّجہ) جلد اوّل صَفْحَہ 792 پر فرماتے ہیں: بلاضَرورت پاک شے کو ناپاک کرنا ناجائز و گناہ ہے۔ "جلد 4 (مُخَرَّجہ) صَفْحَہ 585 پر فرماتے ہیں": جسم ولباس بلاضَرورتِ شَرعیّہ ناپاک کرنا اور یہ حرام ہے۔ "البحرُ الرّائق"

میں ہے: پاک چیز کو ناپاک کرنا حرام ہے۔ "(البحرالرائق، ج ص ۰) لہٰذا ضروری ہے کہ پاک و ناپاک کپڑے جُدا جُدا دھوئیں۔ اگر ساتھ ہی دھونا ہے تو ناپاک کپڑے کا نجاست والا حصّہ اِحتیاط کے ساتھ پہلے پاک کر لیجئے پھر بے شک دیگر مَیلے کپڑوں کے ہمراہ ایک ساتھ واشنگ مشین میں اس کو بھی دھو لیجئے۔

ناپاک کپڑے پاک کرنے کا آسان طریقہ: کپڑے پاک کرنے کا ایک آسان طریقہ یہ بھی ہے کہ بالٹی میں ناپاک کپڑے ڈال کر اُوپر سے نل کھول دیجئے، کپڑوں کو ہاتھ یا کسی سَلاخ وغیرہ سے اِس طرح ڈَبوئے رکھئے کہ کہیں سے کپڑے کا کوئی حِصّہ پانی کے باہَر اُبھرا ہوا نہ رہے۔ جب بالٹی کے اُوپر سے اُبل کر اتنا پانی بہ جائے کہ ظنِ غالب آ جائے کہ پانی نَجاست کو بہا کر لے گیا ہوگا تو اب وہ کپڑے اور بالٹی کا پانی نیز ہاتھ یا سلاخ کا جتنا حصّہ پانی کے اندر تھا سب پاک ہو گئے جبکہ کپڑے وغیرہ پر نَجاست کا اثر باقی نہ ہو۔ اِس عمل کے دَوران یہ احتیاط ضروری ہے کہ پاک ہو جانے کے ظنِ غالب سے قَبل ناپاک پانی کا ایک بھی چھینٹا آپ کے بدن یا کسی اور چیز پر نہ پڑے۔ بالٹی یا برتن کا اوپری کَنارا یا اندرونی دیوار کا کوئی حصہ ناپاک پانی والا ہے اور زمین اتنی ہموار نہیں کہ بالٹی کے ہر طرف سے پانی ابھر کے نکلے اور مکمّل کنارے وغیرہ دھل جائیں تو ایسی صورت میں کسی برتن کے ذَریعے یا جاری پانی کے نل کے نیچے ہاتھ رکھ کر اُس سے بالٹی وغیرہ کے چاروں طرف اِس طرح پانی بہایئے کہ کنارے اور بقیہ اندرونی حصّے بھی دُھل کر پاک ہو جائیں مگر یہ کام شروع ہی میں کر لیجئے کہیں پاک کپڑے دوبارہ ناپاک نہ کر بیٹھیں!

واشنگ مشین میں کپڑے پاک کرنے کا طریقہ: واشنگ مشین میں کپڑے ڈالکر پہلے پانی بھر لیجئے اور کپڑوں کو ہاتھ وغیرہ سے پانی میں دبا کر رکھئے تا کہ کوئی حصّہ ابھرا ہوا نہ رہے، اوپر کا نل کھلا رکھئے اب نچلا سُوراخ بھی کھول دیجئے، اِس طرح اوپر نل سے پانی آ تا رہے گا اور نچلے سوراخ سے بہتا رہے گا جب ظنِ غالب آ جائے کہ پانی نَجاست کو بہالے گیا ہوگا تو کپڑے اور مشین کے اندر کا پانی پاک ہو جائے گا جبکہ نَجاست کا اثر کپڑوں وغیرہ پر باقی نہ ہو۔ ضرورتاً مشین کے اوپری کنارے وغیرہ مذکورہ طریقے پر شروع ہی میں دھو لینے چاہئیں۔

نل کے نیچے کپڑے پاک کرنے کا طریقہ: مذکورہ طریقے پر پاک کرنے کیلئے بالٹی یا برتن ہی ضَروری نہیں، نل کے نیچے ہاتھ میں پکڑ کر بھی پاک کر سکتے ہیں۔ مَثَلاً رومال ناپاک ہو گیا، تو بیسن میں نل کے نیچے رکھ کر اتنی دیر تک پانی بہایئے کہ ظنِ غالب آ جائے کہ پانی نَجاست کو بہا کر لے گیا ہوگا تو پاک ہو جائے گا۔ بڑا کپڑا یا اس کا ناپاک حصّہ بھی اسی طریقے پر پاک کیا جا سکتا ہے۔ مگر یہ احتیاط ضَروری ہے کہ ناپاک پانی کے چھینٹے آپ کے کپڑے، بدن اور اَطراف میں دیگر جگہوں پر نہ پڑیں۔

مروجہ قوالی کا حکم: میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنت، مولیٰنا شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فرماتے ہیں: خالی قوالی جائز ہے اور مزامیر حرام زیادہ غلو اب منتسبان سلسلہ عالیہ چشتیہ کو ہے اور حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ فوائد الفوائد شریف میں فرماتے ہیں مزامیر حرام است۔ حضرت مخدوم شرف الملۃ والدین یحیٰی منیری قدس سرہ نے مزامیر کو زنا کے ساتھ شمار کیا ہے۔ (احکام شریعت حصہ دوم ص ۱۶۸)

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ بعض لوگ اعلان نکاح کے وقت دف بجانے والی حدیث سے اس سماع پر استدلال کرتے ہیں جو آج کل متعارف ہے لیکن یہ استدلال غلط ہے۔ (مرقات ج ۶ ص ۲۱۸)

جاہل صوفیاء کے رقص وسرود اور تالیاں بجانے پر علامہ قرطبی کا تبصرہ: علامہ قرطبی نے فرمایا: کہ بعض صوفیہ نے آلات غناء کے ساتھ گانے بجانے کا نام سماع رکھا ہے اس کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور بہت سے لوگ اس کی تحریم سے ناواقف ہیں۔ حتیٰ کہ ان سے مجنونوں کے سے افعال ظاہر ہوتے ہیں وہ موسیقی کی دھنوں پر رقص کرتے ہیں۔ اور ایک قوم ان امور میں یہاں تک پہنچی ہے کہ اس نے ان امور کو نیکی اور اعمال صالحہ میں سے قرار دیا، اور یہ بے دینی کے آثار میں سے ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے بدعات اور فتنوں سے پناہ مانگتے ہیں اور اتباع سنت کا سوال

کرتے ہیں۔ (اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۴)(شرح مسلم ج ۲ ص ۷۹۰)

سوال نمبر ۱ سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ پڑھنے کا طریقہ

سوال نمبر ۲ مزارات پر حاضری کا طریقہ کیا ہے اور کیا ان سے سوال کیا جا سکتا ہے۔ (محمد فیض عالم بھکھی شریف)

صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی فرماتے ہیں:

مسئلہ: جو سنت مؤکدہ چار رکعتی ہے اس کے قعدہ اولیٰ میں صرف التحیات پڑھے اگر بھول کر درود شریف پڑھ لیا تو سجدہ سہو کرے اور ان سنتوں میں جب تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوا تو سُبْحٰنَکَ اور اَعُوْذُ بھی نہ پڑھے اور ان کے علاوہ اور چار رکعت والے نوافل کے قعدہ اولیٰ میں بھی درود شریف پڑھے اور تیسری رکعت میں سُبْحٰنَکَ اور اَعُوْذُ بھی پڑھے، بشرطیکہ دو رکعت کے بعد قعدہ کیا ہو ورنہ پہلا سُبْحٰنَکَ اور اَعُوْذُ کافی ہے، منت کی نماز کے بھی قعدہ اولیٰ میں درود پڑھے اور تیسری میں ثنا و تعوذ۔5)) (درمختار)

مسئلہ: چار رکعت نفل پڑھے اور قعدہ اولیٰ فوت ہو گیا بلکہ قصداً بھی ترک کر دیا تو نماز باطل نہ ہوئی اور بھول کر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا تو عود نہ کرے اور سجدہ سہو کر لے نماز کامل ادا ہوگی، اگر تین رکعتیں پڑھیں اور دوسری پر نہ بیٹھا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر دو رکعت کی نیت باندھی تھی اور بغیر قعدہ کیے تیسری کے لیے کھڑا ہو گیا تو عود کرے ورنہ فاسد ہو جائے گی (عالمگیری) بہار شریعت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ ج ۴ ص ۶۶۷

سوال نمبر ۲

مسئلہ: زیارتِ قبور مستحب ہے ہر ہفتہ میں ایک دن زیارت کرے، جمعہ یا جمعرات یا ہفتہ یا پیر کے دن مناسب ہے، سب میں افضل روز جمعہ وقتِ صبح ہے۔ اولیائے کرام کے مزاراتِ طیبہ پر سفر کر کے جانا جائز ہے، وہ اپنے زائر کو نفع پہنچاتے ہیں اور اگر وہاں کوئی منکرِ شرعی ہو مثلاً عورتوں سے اختلاط تو اس کی وجہ سے زیارت ترک نہ کی جائے کہ ایسی باتوں سے نیک کام ترک نہیں کیا جاتا، بلکہ اسے بُرا جانے اور ممکن ہو تو بُری بات زائل کرے۔5)) (ردالمحتار)

مسئلہ: عورتوں کے لیے بعض علما نے زیارتِ قبور کو جائز بتایا، درمختار میں یہی قول اختیار کیا، مگر عزیزوں کی قبور پر جائیں گی تو جزع و فزع کریں گی، لہٰذا ممنوع ہے اور صالحین کی قبور پر برکت کے لیے جائیں تو بوڑھیوں کے لیے حرج نہیں اور جوانوں کے لیے ممنوع۔1)) (ردالمحتار) اور اسلم یہ ہے کہ عورتیں مطلقاً منع کی جائیں کہ اپنوں کی قبور کی زیارت میں تو وہی جزع و فزع ہے اور صالحین کی قبور پر یا تعظیم میں حد سے گزر جائیں گی یا بے ادبی کریں گی کہ عورتوں میں یہ دونوں باتیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ)

مسئلہ: زیارتِ قبر کا طریقہ یہ ہے کہ پائنتی کی جانب سے جا کر میت کے مونھ کے سامنے کھڑا ہو، سرہانے سے نہ آئے کہ میت کے لیے باعثِ تکلیف ہے یعنی میت کو گردن پھیر کر دیکھنا پڑے گا کہ کون آتا ہے اور یہ کہے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ دَارِ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَّ اِنَّا اِنْشَاءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ نَسْأَلُ اللهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ يَرْحَمُ اللهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِيْنَ

پھر فاتحہ پڑھے اور بیٹھنا چاہے تو اتنے فاصلہ سے بیٹھے کہ اس کے پاس زندگی میں نزدیک یا دور جتنے فاصلہ پر بیٹھ سکتا تھا۔5)) (ردالمحتار)

مسئلہ: قبرستان میں جائے تو الحمد شریف اور الٓمّٓ سے مُفْلِحُوْنَ تک اور آیۃ الکرسی اور اٰمَنَ الرَّسُوْلُ آخر سورہ تک اور سورہ یٰس اور تَبٰرَکَ الَّذِیْ اور اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ایک ایک بار اور قُلْ هُوَ اللهُ بارہ یا گیارہ یا سات یا تین بار پڑھے اور ان سب کا ثواب مردوں کو پہنچائے۔ حدیث میں ہے" : جو گیارہ بار قُلْ هُوَ اللهُ شریف پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو پہنچائے تو مردوں کی گنتی برابر اسے ثواب ملے گا۔ "(درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ : نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور ہر قسم کی عبادت اور ہر عمل نیک فرض و نفل کا ثواب مُردوں کو پہنچا سکتا ہے، اُن سب کو پہنچے گا اور اس کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی، بلکہ اُس کی رحمت سے امید ہے کہ سب کو پورا ملے یہ نہیں کہ اُسی ثواب کی تقسیم ہو کر ٹکڑا ٹکڑا ملے۔ 1)) (ردالمحتار) بلکہ یہ امید ہے کہ اس ثواب پہنچانے والے کے لیے اُن سب کے مجموعے کے برابر ملے مثلاً کوئی نیک کام کیا، جس کا ثواب کم از کم دس ملے گا، اس نے دس مُردوں کو پہنچایا تو ہر ایک کو دس دس ملیں گے اور اس کو ایک سو دس اور ہزار کو پہنچایا تو اسے دس ہزار دس وعلیٰ ہذا القیاس۔

مسئلہ : نابالغ نے کچھ پڑھ کر یا کوئی نیک عمل کر کے اُس کا ثواب مُردہ کو پہنچایا تو انشاء اللہ تعالیٰ پہنچے گا۔ (فتاویٰ رضویہ)

اور قبر کا طواف تعظیمی منع ہے اور اگر برکت لینے کے لیے گرد مزار پھرا تو حرج نہیں، مگر عوام منع کیے جائیں بلکہ عوام کے سامنے کیا بھی نہ جائے کہ کچھ کا کچھ سمجھیں گے۔

دفن کے بعد تلقین مسئلہ : دفن کے بعد مُردہ کو تلقین کرنا، اہل سنت کے نزدیک مشروع ہے۔ 5)) (جوہرہ) یہ جو اکثر کتابوں میں ہے کہ تلقین نہ کی جائے یہ معتزلہ کا مذہب ہے کہ انہوں نے ہماری کتابوں میں یہ اضافہ کر دیا۔ (ردالمحتار) حدیث میں ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں" : جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی مرے اور اُس کی مٹی دے چکو، تو تم میں ایک شخص قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے یا فلاں بن فلانہ وہ سُنے گا اور جواب نہ دے گا پھر کہے یا فلاں بن فلانہ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ جائے گا پھر کہے یا فلاں بن فلانہ وہ کہے گا، ہمیں ارشاد کر اللہ (عزوجل) تجھ پر رحم فرمائے گا، مگر تمہیں اس کے کہنے کی خبر نہیں ہوتی پھر کہے:

اُذْكُرْ مَا خَرَجْتَ مِنَ الدُّنْيَا شَهَادَةَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَّكَ رَضِيْتَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا وَّ بِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا (1) .

نکیرین ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے، چلو ہم اُس کے پاس کیا بیٹھیں جسے لوگ اس کی حجت سکھا چکے، اس پر کسی نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے عرض کی، اگر اُس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو؟ فرمایا : حوا کی طرف نسبت کرے۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر والضیاء فی الاحکام وغیرھما۔ بعض اجلہ ائمہ تابعین فرماتے ہیں : جب قبر پر مٹی برابر کر چکیں اور لوگ واپس جائیں تو مستحب سمجھا جاتا کہ میت سے اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر یہ کہا جائے:

يا فلان بن فلان قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا الله

تین بار پھر کہا جائے:

قُلْ رَبِّيَ اللّٰهُ وَدِيْنِيَ الْاِسْلَامُ وَنَبِيِّ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

مسئلہ : قبر پر پھول ڈالنا بہتر ہے کہ جب تک تر رہیں گے تسبیح کرینگے اور میت کا دل بہلے گا۔ 6)) (ردالمحتار)

(بہار شریعت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ جلد ۱ ص ۸۲۸-۸۲۹)

آج سے سات سو سال قبل کے عالم و فقیہ علامہ ابن حاج مالکی متوفی ۷۳۷ھ کا نظریہ جو علماء متشددین میں شمار ہوتے ہیں وہ اپنی کتاب ,,مدخل،، میں زیارت قبور کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

اور اگر کسی مقبول بندے کا مزار ہو جس کی برکت کی اُمید ہو تو اللہ کی جناب میں اُس مزار کا وسیلہ پیش کرے، پہلے اللہ کی جناب میں حضور اقدس ﷺ کا وسیلہ پیش کرے کیونکہ توسل میں سب سے عمدہ آپ کی ذاتِ مقدسہ ہے۔ آپ کا وسیلہ پیش کرنے کے بعد آپ کے تمام صالح پیروکاروں کا وسیلہ پیش کرے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب قحط پڑا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ پیش کیا اور دعا کی: اے اللہ پہلے ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی کا وسیلہ پیش کرتے تھے تو تو ہم پر بارش نازل فرماتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی کے عم محترم کا وسیلہ پیش کرر ہے ہیں ہم پر بارش نازل فرما تو مسلمانوں پر بارش ہوجاتی تھی۔ (بخاری حدیث:۱۰۱۰)

پھر اپنی حاجات کے پورا ہونے میں اور اپنے گناہوں کی مغفرت میں قبرستان کے صالح بزرگوں کا وسیلہ پیش کرے پھر اپنی ذات کے لئے اور اپنے والدین اپنے اساتذہ اور اپنے شیخ کے لئے اور اپنے رشتہ داروں کے لئے اور اس قبرستان کے اموات کے لئے اور عام مسلمان اموات کے لئے اور قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے دعا کرے اور اس قبرستان کے اموات کا بکثرت وسیلہ پیش کرے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں چنا اور فضیلت و کرامت بخشی فَـكَـمَـا نَـفَـعَ بِهِمْ فِي الدنيا فَفِي الاخرةِ اَكْثَرُ پس جس طرح اُس نے دنیا میں ان کے ذریعہ فائدہ پہنچایا آخرت میں اس سے زیادہ نفع پہنچائے گا۔

﴿فَمَنْ اَرَادَ حَاجَةً فَلْيَذْهَبْ اِلَيهِمْ وَيَتَوَسَّلْ بِهِمْ فَإِنَّهُمُ الْوَاسِطَةُ بَيْنَ اللهِ تعالى وَخَلْقِهِ﴾

اور جس شخص کو کوئی حاجت درپیش ہو اُسے چاہئے قبرستان جائے اور اُن وسیلے سے دعا کرے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہیں۔

﴿وَقَدْ تَقَرَّرَ فِي الشَّرْعِ وَعُلِمَ مَا للهِ تعالى بِهِمْ مِنَ الْاِعْتِنَاءِ وذَالِكَ كَثِيْرٌ مَّشْهُوْرٌ وَمَازَالَ النَّاسُ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَالْاَكَابِرِ كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ مَشْرِقًا وَمَغْرِبًا يَتَبَرَّكُوْنَ بِزِيَارَةِ قُبُوْرِهِمْ وَيَجِدُوْنَ بَرْكَةَ ذَلِكَ حِسًّا وَمَعْنًى﴾

اور یہ چیز شریعت میں ثابت ہے اور تمام دنیائے اسلام میں شرق سے لے کر غرب تک تمام علماء اور اکابر مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کرتے ہیں اور ان سے برکت حاصل کرتے ہیں اور ان کی برکات سے ظاہری اور باطنی فیض یاب ہوتے ہیں۔

امام ابوعبداللہ بن نعمان رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب سفینۃ النجاۃ میں یوں لکھتے ہیں:

تَحَقَّقَ لِذَوِي الْبَصَائِرِ وَالْاِعْتِبَارِ اَنَّ زِيَارَةَ قُبُوْرِ الصالحين مَحْبُوْبَةٌ لِاَجْلِ التَّبَرُّكِ مَعَ الاعتبارِ فَاِنَّ بَرَكَةَ الصالحينِ جاريةٌ بَعْدَ مَمَاتِهِمْ كَمَا كَانَتْ فى حَيَاتِهِمْ والدعاءُ عِنْدَ قبورِ الصالِحِيْنَ وَالتَّشَفُّعُ بِهِمْ مَعْمُوْلٌ بِهِ عِنْدَ عُلَمَاءِ الْمُحَقِّقِيْنَ مِنْ اَئِمَّةِ الدِّيْنِ۔

,,اصحاب بصائر واعتبار کے نزدیک یہ امر ثابت ہے کہ صالحین کی قبروں کی زیارت بغرض تبرک وحصول عبرت و پسندیدہ ہے۔ کیونکہ صالحین کی برکت ان کی موت کے بعد اسی طرح جاری ہے جیسا کہ اُن کی زندگی میں تھی۔ اور صالحین کی قبروں پر دعا کرنا اور اُن سے شفاعت طلب کرنا ائمہ دین اور علمائے محققین کا معمول بہ رہا ہے۔ (علامہ ابوعبداللہ محمد بن محمد المشہور بابن الحاج متوفی ۷۳۷ مدخل ج ۱ ص:۲۱۱-۲۱۷)، (سیرت رسول عربی ص:۸۳۰) مطبوعہ مصر، شرح مسلم سعیدی ج ۲ ص:۸۱۹-۸۲۲ "روحوں کی دنیا" از اعلیٰ حضرت ص:۱۱۶)

حافظ ابوبکر بیہقی چند واسطوں سے فرماتے ہیں کہ حضرت مالک الدار جو حضرت عمر کے وزیر خوراک تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک بار لوگوں پر قحط آ گیا ایک صحابی (حضرت بلال بن حارث مزنی) رسول اللہ ﷺ کی قبر پر گئے اور عرض کیا یارسول اللہ! اپنی امت کے لئے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ (قحط سے) ہلاک ہورہے ہیں، نبی کریم ﷺ اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: عمر کے پاس جاؤ اُن کو سلام کہو اور یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہوگی۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں سیف نے فتوح میں روایت کیا ہے کہ جس شخص نے یہ خواب دیکھا تھا وہ کے از صحابہ حضرت بلال بن حارث مزنی تھے رضی اللہ عنہ (فتح الباری جلد ۲ ص ۴۱۵ صحیح

البخاری کتاب الاستسقاء، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۳۲، البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۹۱ حوادث عام ثمانیۃ عشر)

معلوم ہوا کی صاحب قبر سے دعا کی درخواست بھی کی جاسکتی ہے اوران سے سوال بھی کیا جاسکتا ہے امام غزالی فرماتے ہیں مَنْ يُسْتَمَدُّ فِي حَيَاتِهِ يُسْتَمَدُّ بعدَ وفَاتِهِ جس سے زندگی میں مدد مانگی جاسکتی ہے اس سے بعد وفات بھی مدد مانگی جاسکتی ہے۔اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ باب زیارۃ القبور شیخ عبدالحق محدث دھلوی

حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَنِ اسْتَغَاثَ بِيْ فِي كُرْبَةٍ كُشِفَتْ عَنْهُ وَمَنْ نَادَانِي بِاسْمِيْ فِي شِدَّةٍ فُرِجَتْ عَنْهُ وَمَنْ تَوَسَّلَ بِي إِلَى اللهِ فِي حَاجَةٍ قُضِيَتْ. یعنی جو کوئی رنج وغم میں مجھ سے مدد مانگے تو اس کا رنج وغم دور ہوگا اور جو سختی کے وقت میرا نام لے کر مجھے پکارے تو وہ شدت رفع ہوگی اور جو کسی حاجت میں رب کی طرف مجھے وسیلہ بنائے تو اس کی حاجت پوری ہوگی پھر اسی جگہ فرماتے ہیں دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد ۱۱-۱۱ بار سورہ اخلاص پڑھے سلام پھیر کر ۱۱ بار صلاۃ وسلام پڑھے پھر بغداد شریف کی طرف گیارہ قدم چلے میرا نام لے اور اپنی حاجت کا ذکر کرے اللہ کے اذن سے اُس کی حاجت پوری ہوگی۔پھر یہ شعر پڑھے

أَيُدْرِكُنِي ضَيْمٌ وَأَنْتَ ذَخِيْرَتِي   وَأُظْلَمُ فِي الدُّنْيَا وَأَنْتَ نَصِيْرِيْ
وَعَارٌ عَلَى حَامِي الْحِمَى وَهُوَ مُنْجِدِي   إِذَا ضَاعَ فِي الْبَيْدَاءِ عِقَالُ بَعِيْرِيْ

اس نماز کو امام شمس الدین ذہبی اور امام جزری کے استاذ علامہ علی بن یوسف الشطنوفی نے بہجۃ الاسرار میں اور علامہ محمد بن یحی التاذفی نے قلائد الجواہر میں اور شیخ عبدالحق محدث دھلوی نے زبدۃ الأسرار میں اور شارح مشکاۃ محدث کبیر مولانا علی قاری نے اپنی کتاب ,,نزہۃ الخاطر الفاتر فی سیدی الشریف عبدالقادر،، میں نقل کیا ہے پھر مولانا علی قاری فرماتے ہیں وَقَدْ جُرِّبَ ذَلِكَ مِرَارًا فَصَحَّ بار ہا اس نماز غوثیہ کا تجربہ کیا گیا تو درست نکلا۔

استغاثہ کا مطلب ہے بندے کا کسی مصیبت اور مشکل میں واقع ہونے کے وقت کسی ایسی ہستی سے امداد اور دستگیری طلب کرنا جو اس کی حاجت پوری کرے اور مشکل آسان کرے۔قرآن وسنت کی تصریحات کے مطابق انبیاء کرام واولیاء عظام سے مدد مانگنا جائز ہے جبکہ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ حقیقی امداد تو صرف اللہ تعالی ہی فرماتا ہے، جبکہ یہ نفوس قدسیہ تو اللہ کی عطا ہی سے مدد کرتی ہیں اور اس میں زندہ مردہ دور ونزدیک کی کوئی قید نہیں۔

اللہ تعالی فرماتا ہے۔ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُوْلُهُ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا﴿

اے مسلمانوں! تمہارا مددگار اللہ تعالی اور اس کا رسول اور ایمان والے ہیں۔ (سورۃ المائدہ ۵۵ پارہ ۶)

اس میں زندہ مردہ دور ونزدیک کی کوئی قید نہیں جو زندگی یا قریب کی قید لگاتے ہیں وہ خود ساختہ اور بلا دلیل قیود ہیں لہذا مردود ہیں رب نے فرمایا ہے کہ ایمان والے مددگار ہیں اب کوئی ان بیوقوفوں سے پوچھے بتاؤ کہ وفات کے بعد ایمان باقی رہتا ہے یا ختم ہوجاتا ہے جب ایمان باقی ہے تو امداد بھی باقی ہے مرنے کے بعد روحانی طاقت کم نہیں ہوتی بلکہ بڑھ جاتی ہے بخاری شریف میں ہے کہ مردہ دفن کے بعد واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز بھی سنتا ہے اور بند قبر میں جنت ودوزخ کو بھی دیکھ لیتا ہے۔(بخاری 1374 مسلم 2870 مشکوۃ کتاب الایمان باب اثبات عذاب القبر حدیث 126 لیکن وہابیوں کا دماغ الٹ چلتا ہے وہ کہتے ہیں کہ زندگی میں روحانی طاقت زیادہ ہوتی ہے مرنے کے بعد بالکل ختم ہوجاتی ہے ثابت ہوگیا کہ یہ اہل حدیث نہیں بلکہ منکر حدیث ہیں۔

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں   ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق (علامہ اقبال)

حضرت بی بی فاطمہ اور مولا مشکل کشا کا معجزہ:

سوال ہمارے محلہ میں چند سنی خواتین بیٹھ کر مولا مشکل کشا، بی بی فاطمہ کا معجزہ پڑھتی ہیں جن میں ایک لکڑہارے کا قصہ دس بیبیوں کا قصہ بیان کیا جاتا ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ بیان کر دیں تا کہ صحیح صورت حال واضح ہو جائے۔ اسد رضوی شکر گڑھ

ج یہ سب من گھڑت قصے کہانیاں ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں اور شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ اس میں لکھا ہوتا ہے کہ ایک فقیر آدمی نے اس کو پڑھا اور اس کی نذر مانی تو وہ راتوں رات امیر کبیر بن گیا اور اس کے حالات بدل گئے اور ایک امیر نے پڑھا اور اس کی تکذیب کی تو وہ فقیر بن گیا، اس کا سارا مال ہلاک ہو گیا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ یہ سب رافضیوں شیعوں کی تیار کردہ سازش ہے جو لوگوں گمراہ کرنے اور قرآن کریم کی تلاوت سے ہٹانے کے لئے تیار کی گی ہے۔ اس کو پڑھنے سے ثواب نہیں بلکہ گناہ ہوتا ہے اور اس کی نذر ماننا بھی جائز نہیں۔ علماء اور مبلغین کو چاہئے کہ اس بدعت کو بند کرنے کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔ اپنی عورتوں کو سختی سے منع کریں۔ ان خرافات کی بجائے قرآن پاک کی تلاوت، درود شریف اور سیرت رسول پڑھی جائے بالخصوص ازواج مطہرات کے واقعات،، کرامات صحابہ،، اور،، جنتی زیور،، (علامہ اعظمی صاحب کی) اور،، زلف و زنجیر،، علامہ ارشد القادری کی،، توحید اور محبوبان خدا کے کمالات،، حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی کی (یہ کتاب شکر گڑھ سے منگوائی جا سکتی ہے) اور مولانا الیاس قادری صاحب کی کتابیں،، مدنی پنج سورہ وغیرہ پڑھی جائیں تا کہ ایمان محفوظ رہے۔

ان جاہلوں کو اتنا بھی علم نہیں کہ معجزہ نبی کا ہوتا ہے ولی کی کرامت ہوتی ہے یہ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ وہ اپنے بارہ اماموں کو نبیوں سے افضل اور معصوم مانتے ہیں اسی لئے وہ کہتے ہیں بارہ امام چودہ معصوم، ہمارا اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے معصوم سوائے انبیاء اور فرشتوں کے کوئی نہیں۔ اور غیر نبی کو یا نبی سے افضل کہنا صریح کفر ہے۔ اگر کسی نے لاعلمی میں ایسی کہانی پڑھی یا سنی ہے تو اسے اللہ معاف کرے اور اب جو جان بوجھ کر قرآن و حدیث کے خلاف من گھڑت کہانیاں پڑھے یا سننے کی نذر مانے گا یا ایسی محفل میں شریک ہو تو وہ گنہگار ہو گا جس سے توبہ کرنا ضروری ہے۔ اگر کوئی صاحب علم تحقیق یا تردید کی غرض سے پڑھے تو اس کا معاملہ جدا ہے۔ مولانا الیاس قادری صاحب لکھتے ہیں: داستان عجیب، شہزادے کا سر، دس بیبیوں کی کہانی اور جناب سیدہ کی کہانی وغیرہ یہ سب من گھڑت قصے ہیں، انہیں ہرگز نہ پڑھیں اسی طرح ایک پمفلٹ بنام،، وصیت نامہ،، لوگ تقسیم کرتے ہیں جس میں کسی،، شیخ احمد،، کا خواب درج ہے یہ بھی جعلی ہے۔ اس کے نیچے مخصوص تعداد میں چھپوا کر بانٹنے کی فضیلت اور نہ تقسیم کرنے کے نقصانات وغیرہ لکھے ہیں ان کا بھی اعتبار نہ کریں۔ (نماز کے احکام ص ۴۸۵)

الکوحل کی قلیل مقدار کے جواز کا محل اور ایلو پیتھک دواؤں اور پرفیوم وغیرہ کا جواز:

سوال السلام علیکم: آج کل بازار میں مختلف قسم کی پرفیوم دستیاب ہیں سائنس کے پروفیسر اور طلباء کا کہنا ہے کہ پرفیوم لگاتے وقت الکوحل ہوا میں مل جاتی ہے اور وہی کیمیکلز جو خوشبو دار ہوتے ہیں کپڑے پر لگتے ہیں تو کیا ایسی پرفیومز استعمال کرنا جائز ہے؟ اسد رضوی شکر گڑھ

الجواب الکوحل کیا ہے؟ شہد، شیرہ، مختلف دانوں، جو، اناس، گندھک، ادرک کی جڑ اور دیگر نشاستہ دار اجزاء سے الکوحل تیار کیا جاتا ہے، اس نشاستہ میں پانی شامل کر کے اسے جوش دیتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ رقیق کرتے ہیں، پھر اس میں مختلف کیمیکلز شامل کرتے ہیں جس کے بعد یہ مرکب ایک مرتبہ میں الکحل بن جاتا ہے اور اس کی ایک خاص مقدار نشہ آور ہوتی ہے اسی طرح اسپرٹ بھی ایک خاص مقدار میں نشہ دیتی ہے، اور قلیل مقدار میں الکوحل نشہ دیتی ہے نہ اسپرٹ۔ ائمہ احناف کی تصریح کے مطابق خمر (انگور کا کچا شیرہ جو سڑ کر جھاگ چھوڑ دے) کے علاوہ باقی مشروبات قلیل مقدار میں جائز ہیں اس لئے ایلو پیتھک اور ہومیو پیتھک دوائیں جائز ہیں جن میں الکوحل استعمال کی جاتی ہے۔ اسی طرح قلیل مقدار میں طبی ضروریات کی بناء پر اسپرٹ کا استعمال بھی جائز ہے اور سینٹ اور پرفیوم وغیرہ جن میں الکوحل ملی ہوتی ہے ان کا استعمال بھی جائز ہے۔ یہ امر ملحوظ رہے کہ الکوحل اور

اسپرٹ کا قلیل مقدار میں استعمال اس وقت جائز ہے جب ان کو طبی ضروریات کے لئے استعمال کیا جائے یا قوت حاصل کرنے کے لئے بطور ٹانک استعمال کیا جائے اور اگر ان کا استعمال بطور لہو لعب یا عیش و طرب ہو تو پھر یہ استعمال ناجائز ہے اگر کوئی شخص ناجائز نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے کے لئے ان کو بطور ٹانک استعمال کرتا ہے تو یہ بھی ناجائز ہے البتہ نیکی اور جائز کاموں کے لئے ان دواؤں کو بطور ٹانک استعمال کرنا جائز ہے۔

امام ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: انگور کے شیرہ کو جب پکا لیا جائے اور اس کا دو تہائی اڑ جائے اور ایک تہائی باقی رہ جائے تو وہ حلال ہے خواہ وہ گاڑھا اور تیز ہو، یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کا نظریہ ہے، اور امام محمد، امام مالک اور امام شافعی نے کہا یہ حرام ہے، یہ اختلاف اس وقت ہے جب اس تیز شیرہ سے قوت حاصل کرنے کا قصد کیا جائے اور اگر اس شیرہ کو لہو لعب کے قصد سے پیا جائے تو پھر یہ بالاتفاق حرام ہے۔ امام محمد کا ایک قول شیخین کے قول کی مثل ہے (یعنی حلال ہے) اور ایک قول کراہت کا ہے اور ایک قول توقف کا ہے۔ (ہدایہ اخرین ص 497-498 مطبوعہ شرکہ علمیہ ملتان)

ہر چند کہ بعد کے مشائخ نے امام محمد کے قول پر فتوی دیا ہے لیکن ہماری رائے یہ ہے کہ بعد کے مشائخ کے مقابلہ میں صاحب ہدایہ کی ترجیح کا اعتبار کرنا ہی صحیح ہے، کیونکہ ان مشائخ کے برخلاف علامہ مرغینانی صاحب ترجیح ہیں جبکہ امام محمد کا ایک قول بھی امام ابوحنیفہ امام ابو یوسف کے مطابق ہے اور قرآن مجید، احادیث، آثار صحابہ اور اقوال تابعین کا بھی منشا ہے کہ خمر کے علاوہ دیگر نشہ آور مشروبات کی صرف وہ مقدار حرام ہے جو نشہ آور ہو، وہ قلیل مقدار جو نشہ آور نہ ہو وہ حلال ہے، البتہ ان مشروبات کو بطور لہو و لعب استعمال کرنا جائز نہیں اور وہ دوائیں جن میں الکوحل استعمال کی جاتی ہے اور وہ خوشبویات جن میں الکوحل یا اسپرٹ استعمال کی جاتی ہیں ان دلائل کی روشنی میں ان کا استعمال جائز ہے کیونکہ ان مرکبات میں الکوحل یا اسپرٹ بہت قلیل مقدار میں ہوتی ہے۔ اب علاج کے عام ذرائع میں الکوحل اور اسپرٹ استعمال کی جاتی ہے۔

بعض علماء نے الکوحل اور اسپرٹ آمیز دواؤں کو حرام لکھا ہے اور ان کے اس فتوی سے شاید ہی کوئی مسلمان حرام خوری کے مصداق سے بچ سکا ہو۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: آسانی فراہم کرو اور مسلمانوں کو مشکل میں نہ ڈالو۔ (بخاری) سو جہاں احکام شرعیہ میں مسلمانوں کے لئے وسعت اور گنجائش ہو وہاں دلائل شرعیہ کے ساتھ آسان احکام بیان کرنا چاہیے۔ واللہ تعالی اعلم مزید تفصیل دیکھئے شرح مسلم جلد ۶ ص ۲۲۱)

کیا حج کرنے سے قرضہ معاف ہو جاتا ہے؟

سوال حدیث پاک میں ہے کہ حج کرنے سے انسان گناہوں سے ایسے پاک صاف ہو جاتا ہے جیسے پیدائش کے وقت بچہ گناہوں سے پاک صاف ہوتا ہے۔ اگر انسان حج کرنے کے دوسرے دن وفات پا جائے اور اس نے کسی کا قرض دینا ہو تو قبر میں اس کی بخشش ہوگی یا نہیں اس کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟ (منصور شکر گڑھ)

الجواب بخشش تو اس کی ہو جاتی ہے لیکن قرض تو ادا کرنا ہی پڑے گا کیونکہ حدیث پاک میں ہے: مومن کی جان اپنے قرض میں معلق رہتی ہے حتی کہ اس کا قرض ادا کیا جائے۔ ترمذی 1078 مشکوۃ کتاب البیوع باب الافلاس حدیث نمبر 2915

اس حدیث میں کسی قسم کی کوئی قید نہیں مرنے والا حاجی ہے یا غیر حاجی اسی طرح شہید کی بھی بخشش ہو جاتی ہے لیکن قرض ادا کرنا پڑتا ہے۔ (مسلم مشکوۃ کتاب البیوع باب الافلاس حدیث نمبر 2912) سوال میں ذکر کردہ حدیث کے تحت مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں: حاجی گناہ صغیرہ سے تو یقیناً اور کبیرہ سے احتمالاً پاک صاف ہو جائے گا حقوق العباد تو ادا کرنا ہی پڑیں گے۔ (مراۃ ج ۴ ص ۱۰۱)

اگر حاجی پر قرض ہو تو اسے چاہئے کہ ادا کرنے کا بندوبست کرے یا قرض زیادہ ہو تو اس لئے بہتر یہی ہے کہ حج پر روانہ ہونے سے پہلے سارا حساب و کتاب لکھ کر اپنے وارثوں کے سپرد کرے کہ میرے مرنے کے بعد میرا قرض ادا کر دینا یا میرا قرض وصول کر لینا بلکہ ہر وقت انسان کو موت کے لئے تیار رہنا چاہئے اور اپنا حساب و کتاب اور اپنی وصیت لکھ کر بیوی بچوں کو بتا دینا چاہئے بعض اوقات وصیت کرنے کا ٹائم ہی نہیں ملتا۔

سوال

(۱) قرآنی آیات کے تعویذ لٹکانے یا پہننے کا ثبوت

(۲) اور تم قبر والوں کو نہیں سنا سکتے (سورہ فاطر آیت ۲۲) اس کی تفسیر اور صحیح مفہوم بیان کریں

(۳) نعرہ رسالت کا ثبوت (۴)

سگِ مدینہ کہنا کیسا ہے؟ شہزاد عطاری شاہدرہ لاہور

الجواب **تعویذ لٹکانے کا ثبوت**: (۱) تعویذات لٹکانے کی اصل قرآن مجید کی یہ آیت ہے اور قرآن میں ہم وہ چیز نازل فرماتے ہیں جو ایمان والوں کے لئے رحمت اور شفاء ہے۔ (سورہ بنی اسرائیل ۸۲) اور حدیث میں تعویذات کی اصل یہ روایت ہے۔ حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں چند کلمات سکھائے جن کو ہم خوف اور دہشت کی وجہ سے سوتے وقت پڑھتے تھے اور وہ کلمات یہ تھے ﴿اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِہٖ وَ عِقَابِہٖ وَشَرِّ عِبَادِہٖ وَمِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَنْ یَّحْضُرُوْنَ﴾ حضرت عبداللہ بن عمرو اپنے بالغ بچوں کو سوتے وقت ان کلمات کے پڑھنے کی تلقین کرتے تھے اور جو بچے کم سن ہوتے ان کلمات کو یاد نہیں کر سکتے تھے ان کے گلوں میں یہ کلمات لکھ کر ان کا تعویذ ڈال دیتے تھے۔ (مسند احمد ابوداؤد حدیث 3893، ترمذی 2528، الترغیب حدیث 2384 غیر مقلدین کے محدث ناصر الدین البانی نے اس حدیث کو اپنی صحیح ترمذی میں درج کیا ہے نمبر 2793، مشکوٰۃ 2477)

مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں تعویذ لکھنا یا گلے میں باندھنا سنت صحابہ ہے، جن تعویذ گنڈوں سے منع کیا ہے وہ کفار کے جنتر منتر کے تعویذ ہیں جن میں شرکیہ الفاظ ہوں۔ (مراۃ ج۶ ص۷۹)

علامہ شامی حنفی فرماتے ہیں:

قرآن مجید سے شفا طلب کرنے میں اختلاف ہے بایں طور کہ مریض یا ڈسے ہوئے پر سورہ فاتحہ پڑھی جائے یا کسی ورق پر لکھ کر اس کو تعویذ ڈال دیا جائے یا کسی طشتری میں لکھ کر اس کو دھو کر اس کا غسالہ اس کو پلا دیا جائے اس کے جواز پر لوگوں کا آج تک عمل ہے اور اس کے ثبوت میں آثار وارد ہیں، اگر تعویذ کسی لفافے (موم جامے) میں ہوں اور یہ کسی جنبی یا حائض کے بازو پر بندھے ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (ردالمحتار ج۵ ص ۲۷۹ مطبوعہ عثمانیہ استنبول)

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں: امام مالک نے کہا ہے کہ جن تعویذات میں اللہ تعالیٰ کے اسماء ہوں ان کو بطور تبرک مریضوں کے گلے میں لٹکانے میں کوئی حرج نہیں، جب کہ لٹکانے والا اس سے نظر دور کرنے کا ارادہ کرے۔ ابن مسیب کے نزدیک قرآن مجید سے تعویذ لکھ کر کسی بانس وغیرہ پر لٹکانے میں کوئی حرج نہیں ہے، امام باقر نے بچوں کے گلے میں تعویذ لٹکانے کی مطلقاً اجازت دی ہے، امام ابن سیرین کے نزدیک بچہ ہو یا بڑا تعویذ لٹکانے میں کوئی حرج نہیں ہے، تمام شہروں میں ابتدائی زمانہ سے لے کر اب تک تمام لوگوں کا اسی پر عمل ہے۔ (تفسیر روح المعانی ج15 ص146 مطبوعہ دار احیاء التراث بیروت)

علامہ قرطبی نے اس مسئلہ پر بہت تفصیل سے بحث کی ہے، تعویذ لکھنے اور اس کے لٹکانے کا جواز بیان کیا ہے اور اس کے ثبوت میں احادیث بیان کی ہیں اور جن احادیث میں تعویذوں کی ممانعت ہے ان کو زمانہ جاہلیت کے کفریہ اور شرکیہ کلمات پر محمول کیا ہے۔ (ردالمحتار ج۵ ص۳۱۹) شرح مسلم ج۶ ص۵۵۴) تفسیر تبیان القرآن جلد ۵ ص۳۹۲) سعودی نجدی تعویذ وغیرہ کے سخت خلاف ہیں جس کے گلے یا ہاتھ میں تعویذ دیکھ لیں اس کو جادوگر قرار دے کر جیل میں رکھتے ہیں اور پھر اسے جلاوطن کر دیتے ہیں۔ وہ اتنے جاہل ہیں کہ اپنے علماء کی کتابوں سے بھی ناواقف ہیں چنانچہ امام الوہابیہ ابن القیم

نے تعویذ لٹکانے کے جواز میں بہت سے دلائل لکھے ہیں: مروزی نے اپنی سند سے بیان کیا کہ یونس بن حبان نے ابوجعفر محمد بن علی سے پوچھا کہ آیا میں تعویذ لٹکاؤں؟ انہوں نے کہا اگر وہ تعویذ کتاب اللہ سے ہو یا اللہ کے نبی ﷺ کے کلام سے ہو تو اس کو لٹکا لو اور حسب استطاعت اس سے شفاعت حاصل کرو۔ خلال نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن امام احمد نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد (امام احمد) کو مصائب نازل ہونے کے بعد لوگوں کے لئے تعویذ لکھتے ہوئے دیکھا ہے جو ڈر جاتے تھے اور جن کو بخار چڑھ جاتا تھا۔ (زاد المعاد ج ۳ ص ۲۹۱، دار الفکر بیروت)

اب وہابیوں کو چاہئے کہ اپنے امام پر شرک کا فتوی لگائیں۔ یا دوسروں کو مشرک کہہ کر خود مشرک نہ بنیں۔

(۲) سماع موتی کا بیان ﴿ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ﴾ اور تم قبر والوں کو نہیں سنا سکتے (سورہ فاطر آیت ۲۲) اس کی تفسیر میں مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں یہاں مَنْ فِی الْقُبُوْرِ سے مراد کفار ہیں ورنہ مردے سنتے ہیں۔ اسی لئے قبرستان جا کر سلام کرنا سنت ہے ہر نماز میں حضور ﷺ کو سلام کیا جاتا ہے کیونکہ حضور ﷺ زندہ اور دور و نزدیک کے حالات ملاحظہ فرما رہے ہیں حضرت صالح و شعیب علیہم السلام نے ہلاک شدہ قوم سے خطاب فرمایا اسی لئے دوسری جگہ اس کے بعد فرمایا: ﴿ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ اور تمہارے سنائے تو وہی سنتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور وہ مسلمان ہیں۔ (سورہ النمل آیت ۸۱ پارہ ۲۰) تفسیر نور العرفان) اگر وفات شدہ مسلمان نہیں سنتے تو قبرستان جا کر سلام نہ کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو بہرے گونگے اور اندھے فرمایا ہے صُمٌّ بُكْمٌ عُمْیٌ (سورہ بقرہ آیت ۱۸) تم تو مُردوں کی سماعت کی بات کرتے ہو قرآن کے ظاہری معنٰی سے تو ثابت ہو رہا ہے کہ زندہ بھی نہیں سنتے اب زندوں کی سماعت کا بھی انکار کر دو۔ دوسری جگہ فرمایا: بے شک ہم نے جہنم کے لئے پیدا کئے بہت جن اور انسان وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھتے نہیں وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِهَا اور ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گمراہ۔ (سورہ الاعراف: ۱۷۹ پارہ: ۹) کیا کافر حقیقتاً بہرے تھے ایسا ہرگز نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ حق بات کو قبول نہیں کرتے تھے گویا کہ انہوں نے سنا ہی نہیں۔ ان آیات سے اولیاء کرام، انبیاء کرام کی سماعت کی نفی تو درکنار کفار کی سماعت کی نفی بھی ثابت نہیں ہو رہی۔ اگر اس آیت کے ظاہری معنی مراد لئے جائیں تو قرآن کی بہت سے آیات اور احادیث کثیرہ کا انکار ہو جائے گا ان آیات سے مراد دل کے بہرے دل کے اندھے ہیں ارشاد ہوتا ہے: جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہے۔) سورہ بنی اسرائیل ۷۲) انہیں اندھا بہرہ اور مردہ اس لئے فرمایا کہ جیسے مردے پکار سے نفع اور نصیحت حاصل نہیں کرتے ایسے ہی یہ لوگ ہیں۔

قرآن وحدیث سے سماع موتی کا ثبوت اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ سے فرمایا: ﴿ وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا ﴾ اور ان سے پوچھو جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے۔) (سورہ زخرف آیت: ۴۵ پارہ ۲۵) اس سے معلوم ہوا کہ بعد وفات صالحین سنتے ہیں بلکہ جواب بھی دیتے ہیں، کیونکہ حضور ﷺ سے فرمایا گیا کہ آپ ان سے پوچھو اور پوچھا اسی سے جاتا ہے جو سنے اور جواب دے، یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء بعد وفات عالم (دنیا) کی سیر کرتے ہیں ایک دوسرے سے ملاقاتیں کرتے ہیں، نہ وہ مردہ نہ اپنی قبروں میں نظر بند۔ (تفسیر نور العرفان) بلکہ اگر غور کیا جائے تو دور سے سننا بھی ثابت ہو گیا کیونکہ یہ نہیں فرمایا گیا کہ آپ ان کے قریب جا کر سوال کریں بلکہ اپنی جگہ پر کھڑے ہو کر سوال کریں۔ اور دور سے سننا انبیاء و اولیاء کرام کا کام ہے خدا تعالیٰ تو کسی سے دور ہی نہیں خود فرماتا ہے۔ میں تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ (سورہ ق ۱۶)

بعد از وصال کافر کی سماعت کا ثبوت: ارشاد خداوندی ہے۔ قوم ثمود کو زلزلہ نے آلیا تو صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے تو صالح علیہ السلام نے ان سے منہ پھیرا اور کہا اے میری قوم بے شک میں نے تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچا دی اور تمہارا بھلا چاہا لیکن تم خیر خواہوں کے غرضی ہی نہیں ہو۔ (سورہ اعراف: ۷۸-۷۹) اس سے پتہ چلا کہ مردے سنتے ہیں کیونکہ حضرت صالح علیہ السلام نے ان کی موت کے بعد یہ کلام اور خطاب فرمایا ہے۔ اور اللہ کے خاص بندے تو بعد وفات دور سے بھی سن لیتے ہیں۔ (تفسیر نور العرفان)

اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام نے کافروں کو ان کی موت کے بعد خطاب فرمایا: (سورہ اعراف: ۹۳)

مسلمانوں نے اپنی پیدائش سے پہلے حج کا اعلان سنا

﴿ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ ﴾ اور لوگوں میں حج کی عام ندا کردے ﴾ (سورہ الحج آیت: ۲۷ پارہ نمبر ۱۷ رکوع ۱۱)

صاحب مرقات نے فرمایا: کہ حاجی کا لبیک کہنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پکار اور بلاوے کا جواب ہے۔ چنانچہ حاکم نے مستدرک میں اور حافظ ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر میں امام سیوطی نے تفسیر جلالین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خانہ کعبہ کی تعمیر کے بعد حکم دیا اور لوگوں میں حج کی عام ندا کردے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب ان سب لوگوں تک میری آواز کیسے پہنچے گی؟ فَقَالَ نَادِ وَعَلَيْنَا الْبَلَاغ اللہ نے فرمایا تم اعلان کردو آواز پہنچانا میرا کام ہے ۔ کہا گیا کہ مقام ابراہیم پر یا حجر اسود یا صفا پر یا جبل ابوقبیس پر کھڑے اور کہا يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ رَبَّكُمْ بَنَى بَيْتًا وَاَوْجَبَ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوْهُ فَيُقَالُ اِنَّ الْجِبَالَ تَوَاضَعَتْ حَتّٰى بَلَغَ الصَّوْتُ اَرْجَاءَ الارضِ وَاَسْمَعَ مَنْ فِي الارحامِ وَالْاَصْلَابِ وَاَجَابَهُ كُلُّ شَيْءٍ سَمِعَهُ مِنْ حَجَرٍ وَشَجَرٍ وَمَنْ كَتَبَ اللّٰهُ اَنَّهُ يَحُجُّ اِلٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ . اے لوگوں تمہارے رب نے گھر بنایا اور تم پر اس کا حج فرض کیا ہے تو اس کا حج کرو کہا گیا ہے کہ پہاڑ جھک گئے حتیٰ کہ آواز زمین کے کناروں تک پہنچ گئی اور اس نے سن لی جو ماؤں کے رحموں میں تھے یا باپ کی پشتوں میں، اور پتھر، مٹی اور درخت غرضیکہ جس چیز نے بھی سنا اس پکار کا جواب دیا اور قیامت تک جس کی قسمت میں لکھا تھا کہ وہ حج کرے گا اس نے جواب دیا لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ . (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۲۲۶)

مفتی احمد یار خاں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ دور سے غائبانہ ندا جائز ہے۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں یارسول اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ساریہ کو پکارا حالانکہ وہ نہاوند میں جہاد کر رہے تھے۔ (تفسیر نور العرفان)

اس سے معلوم ہوا کہ رب چاہے تو مُردوں کو بھی سنوا سکتا ہے کیونکہ جو ماں کے رحم یا باپ کی پشتوں میں تھے وہ مردہ ہی تھے اولیاء کرام انبیاء کرام تو زندہ ہوتے ہیں قرآن میں جو آیا ہے کہ مردے نہیں سنتے تو اس سے مراد دل کے مردہ کافر ہیں کہ وہ حق بات سن کر ایمان نہیں لاتے۔ ورنہ کافر زندہ ہو یا مردہ سب سنتے ہیں حضور ﷺ نے غزوہ بدر کے دن مردہ کافروں سے خطاب فرمایا تھا ﴿ اَيَسُرُّكُمْ اَنَّكُمْ اَطَعْتُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ ﴾ کیا تو تمہیں یہ بات اچھی لگتی ہے کہ تم اللہ و رسول کی اطاعت کرتے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ روح کے بغیر صرف جسموں سے کیسے کلام فرما رہے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عمر تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ (بخاری ۳۹۷۶ مشکوۃ ۳۹۶۷ کتاب الجہاد باب حکم الاسراء) ﴿ ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ﴾ پھر انہیں اپنی طرف بلا وہ تیرے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے۔ (سورہ بقرہ آیت ۲۶۰۔)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار پرندے لئے مور، مرغ، کبوتر اور کوا پھر انہیں ذبح کر کے ان کا قیمہ بنایا ان کے اعضاء ایک دوسرے سے ملائے اور چار پہاڑوں پر رکھ دیئے ان کے سر اپنے پاس رکھے پھر انہیں آواز دی تو وہ زندہ ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔ اگر مردہ پرندوں نے سنا نہیں تھا تو وہ زندہ کیسے ہو گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے قرآن سے ثابت ہے ﴿ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ سورہ آل عمران آیت ۴۹ پارہ ۳) اور اگر مردے سنتے نہیں تھے تو وہ زندہ کیسے ہو جاتے تھے۔

انبیاء کرام علیہ السلام کی تو بڑی شان ہے ان کے صدقہ میں شہداء بھی سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ شہدائے احد کی زیارت کے لئے گئے اُن کے پاس کھڑے ہوئے اور

فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ کے نزدیک زندہ ہو(اے مسلمانو) ان کی زیارت کیا کرو اور انہیں سلام کرو اس کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے جو بھی انہیں قیامت تک سلام کرے گا یہ جواباً اُس پر سلام بھیجیں گے۔(رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط، مجمع الزوائد ۶۰/۳) (وفاء الوفاء ۹۳۲/۳)(رواہ البیہقی فی الدلائل)

جب غلاموں کی یہ شان ہے تو آقا کا مقام کیا ہوگا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلّٰى عَنْهُ أَصْحَابُهُ وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ

جب میت کو دفنایا جاتا ہے اور اُس کے عزیز و اقارب کر واپس جاتے ہیں تو وہ مردہ واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز بھی سنتا ہے۔

(بخاری حدیث (۱۳۷۴) مسلم حدیث (۱۸۷۰) مشکوۃ حدیث (۱۲۶) کتاب الایمان باب اثبات عذاب القبر)

معلوم ہوا کہ موت کے بعد قوتیں بڑھ جاتی ہیں کہ ہزار ہا من مٹی میں دفن ہونیکے باوجود میت لوگوں کے جوتوں کی آہٹ سن لیتی ہے تو جو انبیاء اور اولیاء زندگی میں مشرق و مغرب دیکھتے ہوں اور اپنے غلاموں کی آوازیں سنتے ہوں بعد وفات ان کی سماعت یقیناً بڑھ جاتی ہے۔ حیوان اور انسان تو ایک طرف رہے آقا ﷺ تو درختوں اور پتھروں کو بھی سنا سکتے ہیں ایک اعرابی کے مطالبہ پر ایک کھجور کے درخت کو بلایا تو وہ چلتا ہوا آپ کے پاس آ گیا اور پھر آپ کے کہنے سے واپس چلا گیا (ترمذی 3628 مشکوۃ 5926 مسلم 3012 حدیث مشکوۃ 5885 کتاب الفضائل باب المعجزات)

آپ ﷺ جبل احد پر تشریف لے گئے تو وہ ہلنے لگا آپ ﷺ نے پاؤں کی ٹھوکر ماری اور فرمایا اے احد ٹھہر جا تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔ (بخاری 3686 مشکوۃ 6083 کتاب المناقب) اگر جبل احد نے سنا نہیں تھا تو کیسے ٹھہر گیا۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ان چیزوں کو بھی سنا سکتے جن میں روح نہیں ہے تو روح کو سنانا کونسا مشکل ہے؟

امام احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا حضرت عائشہ صدیقہ کا انکار سماع موتی سے رجوع ثابت ہے یا نہیں؟ فرمایا: نہیں وہ جو فرما رہی ہیں حق فرما رہی ہیں، وہ مردوں کے سننے کا انکار کرتی ہیں، مردے کون ہیں جسم، روح مردہ نہیں اور بیشک جسم نہیں سنتا سنتی روح ہے۔ سماع کے عرفی معنی ان آلات کے ذریعہ سننا اور یہ یقیناً مرنے کے بعد روح کے لئے نہیں، روح کو جسم مثالی دیا جاتا ہے، اس جسم کے کانوں سے سنتی ہے۔ اور پھر خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا طرز عمل سماع موتی ثابت کر رہا ہے۔ فرماتی ہیں جب حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ میرے حجرے میں دفن ہوئے تو میں بغیر چادر اوڑھے حاضر ہوتی اور میں کہتی میرے شوہر اور میرے باپ ہی تو ہیں لیکن جب حضرت عمر دفن ہوئے تو میں نہایت احتیاط کے ساتھ چادر سے لپٹی ہوئی حاضر ہوتی اس طرح کہ کوئی عضو کھلا نہ رہے ﴿حیاءً مِنْ عمر﴾ حضرت عمر سے حیا کرتے ہوئے (مشکوۃ 1771 کتاب الجنائز باب زیارۃ القبور) تو اگر ارواح کا سمع بصر نہ مانتیں تو پھر حیاءً مِنْ عمر کے کیا معنی ہوئے؟ معلوم ہوا کہ آپ سماع عرفی کا جسموں کے واسطے سے سننے کا انکار فرماتی ہیں ارواح کے سماع حقیقی کا انکار نہیں فرماتیں۔ (الملفوظ ج ۳ ص ۴۷)

نفی سماع سے ماننے اور عمل کرنے کی نفی بھی مراد ہو سکتی ہے جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ میں نے فلاں شخص کو کتنی مرتبہ نماز پڑھنے کے لئے کہا مگر وہ سنتا ہی نہیں یعنی مانتا نہیں اور عمل نہیں کرتا، سو قبر مردے سنتے ہیں لیکن عمل نہیں کرتے۔ اس اعتبار سے زندہ کافروں کو مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے، وہ آپ کی بات مانیں گے نہیں اور عمل نہیں کریں گے۔ (تفسیر تبیان القرآن ج ۴ ص ۵۸۳)

سوال نمبر ۳: نعرہ رسالت کا ثبوت: اس کے متعلق "الحقیقہ" کے اکتوبر ۲۰۱۰ء کے ص ۱۵ پر ۱۶ صفحات کا ایک مکمل مضمون موجود ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ مخلوق کو پکارنا جائز بلکہ اللہ کی سنت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿یَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا﴾ اے ایمان والو۔ اللہ تعالیٰ

نے اپنے محبوب کو لفظ یَا کے ساتھ پکارا ہے فرمایا:(یَا ایھا النبی، یَا ایھا المزمل یَا ایھا المدثر)

قرآن وحدیث میں رسول اللہ ﷺ اور اولیاء کرام کو پکارنے کے بیشمار دلائل ہیں اور ممانعت پر ایک بھی دلیل نہیں جو لوگ "یا رسول اللہ" کہنے سے روکتے ہیں ان کو چاہئے کہ قرآن کی ایک آیت یا حدیث یا صحابی یا تابعی کا قول پیش کریں جس میں لکھا ہو کہ یا رسول اللہ کہنا شرک ہے ہم چھوڑ دینگے لیکن قیامت تک ایک بھی ایسی دلیل پیش نہیں کر سکتے۔

ہجرت کے موقع پر صحابہ نے یَا مُحَمَّدُ یَارَسُوْلَ اللہِ کا نعرہ لگایا: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث بیان کرتے ہیں اس حدیث پاک میں ہے:- فَصَعِدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ فَوْقَ الْبُیُوْتِ وَتَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ وَالْخَدَمُ فِی الطُّرُقِ یُنَادُوْنَ یَا مُحَمَّدُ یَارَسُوْلَ اللہِ ،یَا مُحَمَّدُ یَارَسُوْلَ اللہِ پھر مرد اور عورتیں اپنے مکانوں پر چڑھ گئے ،اور لڑکے اور غلام راستے میں نعرے لگا رہے تھے یا محمد یا رسول اللہ ،یا محمد یا رسول اللہ ﷺ (مسلم ۵۵ کتاب الزہد ۲۰ باب حدیث الہجرہ حدیث نمبر ۵۳۲۹)

ہمارا بھی وہی عقیدہ ہے جو صحابہ کرام کا ہے اور جو یَا مُحَمَّدُ یَارَسُوْلَ اللہِ کو شرک کہتا ہے ان کا فتویٰ سب سے پہلے صحابہ کرام پر لگے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے پکارنے کا حکم دیا: حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا عرض کیا: حضور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ میری آنکھیں ٹھیک کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو چاہے تو دعا کر دوں اور اگر چاہے تو صبر کر یہ صبر تیرے لئے بہتر ہے ،وہ بولا حضور رب سے دعا کر دیں راوی کہتے ہیں تو حضور ﷺ نے اُسے حکم دیا کہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا پڑھے ﴿ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْاَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِمُحَمَّدٍ نَبِی الرَّحْمَۃِ یا مُحَمَّدُ اِنِّی قَدْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّی فِی حَاجَتِی ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ ﴾ ترجمہ: الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف رحمت والے نبی حضرت محمد ﷺ کے توسل سے متوجہ ہوتا ہوں یا محمد ﷺ میں آپ کے توسل سے اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں تاکہ وہ میری یہ حاجت پوری کر دے الٰہی میرے بارے میں اُن کی شفاعت قبول فرما۔

ابن ماجہ حدیث: ۷ کتاب اقامۃ الصلاۃ ۱۸۹ باب ماجاء فی صلاۃ الحاجۃ حدیث ۱۳۷۵ ،ترمذی ۶۰ کتاب الدعوات ۷۰ باب فی دعاء الضیف حدیث ۳۵۰۲) مشکوۃ حدیث: ۲۴۹۵ کتاب الدعوات باب جامع الدعا ابو اسحاق نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔

(اس حدیث کو ناصر الدین البانی نے صحیح قرار دیا ہے ترمذی ۳۵۷۸) اس حدیث کو امام احمد اور امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں اپنے آپ کو پکارنے کا حکم دیا اب جو پکارنے سے روکتے ہیں ان کا فتویٰ ہم پر نہیں رسول اللہ ﷺ پر ہے۔ ان دلائل سے نعرہ رسالت کا بہترین ثبوت موجود ہے۔

سوال نمبر۴ **سگ مدینہ کہنا کیسا ہے ؟** سگ مدینہ کہنا جائز ہے اور یہ عاجزی اور خادمانہ حیثیت کا اظہار ہے کہ جس طرح کتا اپنے مالک کا وفادار ہوتا ہے اور بھوکا پیاسا رہ کر بھی اپنے مالک کا در نہیں چھوڑتا اور اپنے مالک کے دشمنوں کا دشمن ہوتا ہے ایسے ہی ہم حضور ﷺ ،صحابہ کرام ،اہل بیت کرام اور اولیاء کرام کے وفادار ہیں بھوکے پیاسے رہ کر بھی اپنے عقیدے پر قائم رہیں گے دنیا کی ذلیل دولت کی خاطر اپنا عقیدہ نہیں بدلیں گے ،دین کی خدمت اور سنتوں کی عملی اور زبانی تبلیغ کرتے رہیں گے اور حضور ﷺ یا آپ کے صحابہ و اہل بیت و اولیاء کرام کے گستاخوں کا تعاقب کرتے رہیں گے اور یہی سچے محب کی نشانی ہے مولانا حسن رضا خاں صاحب فرماتے ہیں۔

ان کے دشمن کا جو دشمن نہیں سچ کہتا ہوں
دعویٰ بے اصل ہے جھوٹی ہے محبت تیری (ذوق نعت)

اور ہم اپنے آپ کو سگ طیبہ کہہ کر نبی کریم ﷺ کے دشمنوں کو خبردار کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے فرمانبردار وفادار غلام ہیں ان کی بے ادبی وگستاخی نہ کرنا اور جان کی خیر چاہتے ہو تو اپنی زبانیں بند رکھو ورنہ تمہارا حشر بھی وہی ہوگا جو شیطان تاشیر کا ہوا اور بہت سے بزرگان دین نے اپنے آپ کو سگ مدینہ کہا ہے۔ اور وہ ہمارے لئے قابلِ تقلید ہیں امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں استغاثہ پیش کرتے ہیں۔

جاؤں کہاں پکاروں کسے کس کا منہ تکوں　　　کیا پرسش اور جا بھی سگِ بے ہنر کی ہے
رضا کسی سگ طیبہ کے پاؤں بھی چومے　　　تم اور آہ کہ اتنا دماغ لے کے چلے

اور حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں یوں التجا پیش کرتے ہیں:

تجھ سے دَر، دَر سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت　　　میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا
اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے　　　حشر تک میرے گلے رہے پٹا تیرا

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔

سگت را کاش جامی نام بودے　　　کہ آید برزبانت گاہے گاہے

ترجمہ: یارسول اللہ کاش آپ کے کتے کا نام جامی ہوتا اور آپ کتے کو جامی کہہ کر بلاتے تو اس طرح میرا نام بھی کبھی کبھی زبان مبارک پر آ جاتا

ایران کے مشہور صوفی شاعر حافظ شیرازی بارگاہ رسالت میں عرض گذار ہیں:

شنیدم کہ سگاں را قلادہ مے بندی　　　چرا بہ گردن حافظ نمی رسنے

(میں نے سنا ہے آپ نے اپنے کتوں کے گلے میں پٹا ڈال رکھا ہے تو حافظ کی گردن میں رسی کیوں نہیں ڈال دیتے)

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی منقبت غوث اعظم میں فرماتے ہیں:

سگِ درگاہِ جیلانی بہاء الدین ملتانی　　　لقائے دینِ سلطانی محی الدین جیلانی

کیا یہ تمام بزرگان دین عظمت انسانی اور اشرف المخلوقات کے مفہوم سے ناواقف تھے؟ ہرگز نہیں

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ خدا نے تمہیں اشرف المخلوقات بنایا ہے اور تم اپنے آپ کو سگِ مدینہ کہتے ہو یہ ناشکری ہے۔

ان کا یہ اعتراض بالکل غلط اور اپنی جہالت کا ثبوت ہے اگر کوئی کسی کو شیر کہتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ انسان سے درندہ بن گیا ہے بلکہ شیر کی ایک صفت بہادری کی وجہ سے اسے شیر کہا جاتا ہے کیونکہ مشبہ اور مشبہ بہ میں مشابہت جزئی ہوتی ہے کلی نہیں ہوتی بعینہ جو شخص اپنے آپ کو سگ مدینہ کہتا ہے تو اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ وہ اپنے نبی کا وفادار غلام ہے۔

اگر اپنے آپ کو شیر یا کتا کہنا ناجائز ہوتا تو نبی کریم ﷺ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو بھی ﴿أَسَدُ اللهِ وَأَسَدُ رَسُولِهِ﴾ اللہ اور اس کے رسول کے شیر نہ کہتے۔

وہ خدا کے شیر ہیں وہ مصطفٰے کے شیر ہیں
ہم سگِ غوث و رضا ہیں، ہم سگِ اجمیر ہیں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پرندے کو درخت پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو کہا: اے پرندے تو بڑا خوش بخت ہے، واللہ کاش میں تیری طرح ہوتا، درخت پر بیٹھتا، پھل کھاتا، پھر اڑ جاتا، تجھ پر کوئی حساب وعذاب نہیں، کاش میں کسی راستے کے کنارے پر درخت ہوتا، وہاں کسی اونٹ کا گذر

ہوتا، وہ مجھے منہ میں ڈالتا چباتا اور پھر نگل جاتا۔ اے کاش میں انسان نہ ہوتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۱۴۴) حضرت فاروق اعظم فرماتے ہیں: کاش میں دنبہ ہوتا، مجھے گھر والے خوب فربہ کرتے، مجھے ذبح کرتے اور کھا جاتے، کاش میں انسان نہ ہوتا۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۳۶) یہ ان حضرات کی خوف خدا کی وجہ سے عاجزی کا اظہار تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے بے پناہ محبت ہے، اگر مجھے پتہ چل جائے کہ آپ کسی کتے سے محبت کرتے ہیں تو میں بھی اس سے محبت کروں میں آخری دم تک فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا خادم ہوں۔ (المعجم الکبیر ج ۹ ص ۱۶۴)

مخالفین کا بھی اپنے آپ کو سگ مدینہ کہنا: امیر الوہابیہ مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی نے مولانا جامی کے الفاظ و انداز میں نہ صرف خود سگ مدینہ بن کر بلکہ مدینہ کے کتوں میں شامل ہونے اور ان میں جگہ پانے کی استدعا کی ہے بلکہ اپنے آپ کو کتے کی نسبت سے بھی کمتر نسبت والا قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب ''سراجا منیرا،، کے ص ۱۹ پر لکھتے ہیں: ولنعم ما قال العارف الجامی مولانا جامی عارف باللہ نے کیا خوب فرمایا:

تاب وصلت کار پاکاں من از ایشاں نیستم　　چوں سگانم جائے دہ در سایہ دیوار خویش

یعنی یارسول اللہ آپ کا وصال و دیدار تو پاک لوگوں کو نصیب ہے اور میں ان میں سے نہیں ہوں۔ لہذا جس طرح دیوار کے سایہ میں کتے بیٹھتے ہیں۔ اس طرح مجھے بھی اپنی دیوار کے سائے میں کتوں کے ساتھ جگہ عنایت فرمائیں۔ اور امیر اہل حدیث:- نے اپنی کتاب سراجا منیرا کے ص ۱۰۲ پر یہ شعر نقل کر کے اپنے متعلق مزید لکھا ہے کہ ''میں اس نسبت سے بھی کمتر نسبت والا ہوں،،

مخالفین کے چیلے اپنے مولویوں کو شیر پنجاب یا شیر پاکستان کہتے اور لکھتے ہیں جیسا کہ وہابی ثناء اللہ امرتسری کو شیر پنجاب کہتے ہیں (سیرت ثنائی) تو کیا وہ انسان سے درندے بن گئے ہیں اور ان کی چار ٹانگیں اور ایک دم نکل آئی ہے اور وہ شیر کی طرح ننگے رہتے ہیں؟ آخر ان کو شیر کیوں کہا گیا کیا شیر اشرف المخلوقات انسان سے افضل ہوتا ہے، شرف انسانی کے بالکل برعکس شیر میں ''درندگی و بے رحمی،، بھی بہت زیادہ پائی جاتی ہے تو اس کے باوجود شیر کے وصف دلیری کی مناسبت سے جب انسانوں کو شیر کہنا جائز ہے تو کتے کے وصف وفاداری کی مناسبت سے سگِ مدینہ کہنا کیوں ناجائز ہے۔؟

دیوبندی مکتب فکر کے پیشوا قاسم نانوتوی نے بدیں الفاظ خود کو ''سگِ مدینہ،، لکھا ہے کہ

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید یہ ہے　　کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار
جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں　　مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مرغ و مار

ہم پہ فتوی لگانے والوں کو اپنے گھر کی خبر لینی چاہیے اللہ تعالی فہم دین عطا فرمائے۔

مزید معلومات کے لئے بانی دعوت اسلامی امیر اہل سنت حضرت مولانا الیاس قادری دامت برکاتہم العالیہ کا رسالہ ''سگ مدینہ کہنا کیسا؟،، کا مطالعہ کریں۔ ان دلائل سے معلوم ہوا کہ اپنے آپ کو سگ مدینہ کہنا جائز ہے لیکن اپنے آپ کو اصلی کتا سمجھ کر کتوں کی کر بھونکنا جائز نہیں جس طرح کچھ جعلی پیر ڈرامہ بازی کر رہے ہے ان سے بچو جس طرح ڈینگی وائرس سے اپنی جان حفاظت کرنا ضروری ہے اس سے بھی زیادہ اپنے ایمان کی حفاظت کرنا ضروری ہے جان کی حفاظت جسمانی معالج سے ہوتی ہے اور ایمان کی حفاظت روحانی معالج سے اس عریانی اور فحاشی کے دور میں مدنی چینل ایک انمول تحفہ ہے جس نے اصلاح معاشرہ اور اصلاح عقائد میں ایسا بہترین کردار ادا کیا ہے جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ اللہ تعالی امیر اہل سنت کو سلامت رکھے اور مسلمانوں کی طرف سے ان کو بہترین جزاء عطا فرمائے اور ہم سب کو ان کی طرح دین کا سچا خادم بنائے۔ آمین

مسلک حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ:

س　حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کس کے مقلد تھے اور ان کا عقیدہ کیا تھا۔ محمد کامران عطاری شاہدرہ لاہور

ج　حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ امام احمد بن حنبل کے مقلد تھے۔ جیسا کہ آپ نے خود لکھا: امام ابو عبداللہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ، اللہ ہمیں

اصل اور فرع کے اعتبار سے ان کے مذہب پر موت دے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۶۰۴ مترجم) معلوم ہوا کہ صاحب کتاب اصل اور فرع یعنی عقیدہ اور عمل دونوں کے اعتبار سے امام احمد کے مقلد ہیں۔ حافظ ذہبی نے آپ کو حنبلی المذہب قرار دیا ہے (سیر اعلام النبلاء ج ۲۰ ص ۴۳۹) امام سمعانی نے آپ کا لقب ,,امام حنابلہ،، تحریر کیا ہے۔ (الذیل علی طبقات الحنابلہ، لابن رجب ج ۱ ص ۲۹۱) حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے: کہ آپ نے بغداد آنے کے بعد ابوسعید مخرمی حنبلی سے حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کی۔ ابوسعید مخرمی کا ایک مدرسہ تھا جو انہوں نے شیخ عبدالقادر جیلانی کے سپرد کر دیا، جس میں آپ وعظ ونصیحت اور تعلیم و تربیت کی مجالس منعقد کرتے تھے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۲ ص ۲۵۲)

آل نجد کا اعتراف آل نجد کے حافظ مبشر حسین لاہوری وہابی نے لکھا ہے۔ آپ کے بارے میں اہل علم نے متفقہ طور پر یہ رائے ظاہر کی ہے کہ آپ فقہی مسائل میں حنبلی المسلک تھے۔ (غنیۃ الطالبین مترجم ص ۲۶-۲۷)

فیض عالم صدیقی نے لکھا ہے:

تاریخی طور پر سب سے پہلے سید عبدالقادر جیلانی حنبلی نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف ,,غنیۃ الطالبین،، میں شیعوں کا ذکر کیا ہے۔ غنیۃ الطالبین حنبلی مذہب کی ایک انسائیکلوپیڈیا ہے۔ (اختلاف امت کا المیہ ص ۳۳۱) حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ عقیدہ اور عمل کے لحاظ سے اہل سنت تھے آپ کا مسلک جاننے کے لئے ابوالحقائق علامہ غلام مرتضی ساقی مجددی کی کتاب ,,مسلک غوث اعظم اور مخالفین،، کا مطالعہ کریں یہ کتاب مارکیٹ میں دستیاب ہے علاوہ ازیں اویسی بک سٹال شیخ سرور صاحب گوجرانوالہ سے رابطہ کر سکتے ہیں **03338173630**

ناجی جماعت: حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالی توحید، ایمان والوں اور اہل سنت کو اس دن کے شر سے بچائے گا۔ (الغنیہ ج ۱ ص ۱۲۹)

وسیلہ نبوی: بارگاہ خداوندی میں یوں دعا کرے: اے اللہ میں تیرے نبی کے وسیلہ سے تیری بارگاہ میں دعا کرتا ہوں جو رحمت والے نبی ہیں۔ یا رسول اللہ میں آپ کے واسطے سے اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں تا کہ وہ میرے گناہ بخشے۔ (الغنیہ ج ۱ ص ۱۲ عربی، ص ۱۲۷-اردو)

اے اللہ میں بطفیل مصطفی تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ (الغنیہ ج ۱ ص ۱۲ عربی، ص ۱۲۷-اردو)

وہابی وسیلہ کو شرک کہتے ہیں لہذا ان کا حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے کوئی تعلق نہیں۔

برکت حاصل کرنا حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جن چیزوں کی نسبت اللہ والوں سے ہو جائے وہ مبارک اور متبرک بن جاتی ہیں، انہیں برکت کے لئے چھونا، بوسہ دینا اور پاس رکھنا مستحسن ہے۔ (الغنیہ اول ص ۱۲)

ایصال ثواب اور قبروں پر حاجت طلب کرنا: حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص اور اس کے علاوہ قرآن پاک سے پڑھے اور صاحب قبر کو اس کا ثواب پہنچائے پھر اللہ سے اپنی حاجت کا سوال کرے۔ (الغنیہ ج ۱ ص ۳۹)

زیارت مرشد اور مقامات مقدسہ کے لئے سفر کرنا: حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ سفر کسی عبادت مشائخ اور یا نبی اکرم ﷺ کے لئے ہونا چاہئے، نیز اپنے مرشد کی زیارت یا مقامات مقدسہ کے لئے سفر کیا جائے۔ (الغنیہ ج ۱ ص ۳۴ عربی،)

اولیت ونورانیت مصطفی ﷺ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حدیث قدسی ہے: اللہ تعالی نے فرمایا: میں نے سب سے پہلے اپنے نور خاص سے محمد ﷺ کو پیدا فرمایا۔ حدیث قدسی ہے: اللہ تعالی نے فرمایا: اگر آپ نہ ہوتے تو میں افلاک پیدا نہ کرتا۔ (فتوح الغیب مقدمہ فصل نمبر ۹) آپ ﷺ کے ظاہر ہونے سے باطل چلا گیا اور آپ ﷺ کے نور سے زمین چمک اٹھی۔ (فتوح الغیب خطبہ کتاب)

تعویذ کا جواز: بخار والے کے لئے تعویذ لکھ کر اس کے گلے میں ڈالا جائے۔ امام احمد بن حنبل سے مروی ہے کہ مجھے بخار ہوا تو میرے لئے اس طرح تعویذ لکھا گیا۔ (ج ۱ ص ۴۶ عربی)

غیر مقلدین کا دھوکہ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں شیخ عبدالقادر جیلانی نے غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے۔ سورہ فاتحہ پڑھنی فرض ہے اور وہ نماز کا رکن ہے جس کے چھوڑنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ (صلوۃ الرسول ﷺ)

حکیم صاحب کے فریب اور دجل کی انتہا دیکھو۔ اس سے کیا ثابت کیا جا رہا ہے کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنی فرض ہے۔ یہ بالکل جھوٹ ہے مقتدی کا اس میں کوئی ذکر نہیں ہے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام پر یا تنہا نماز پڑھنے والے پر سورہ فاتحہ فرض ہے۔ مقتدی کا اس سے کوئی تعلق نہیں (احناف کے نزدیک سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں اگر مقتدی ہے تو خاموش ہو کر امام کی قراءت سنے (الغنیہ ج ۲ ص ۱۱۳ عربی) خود حدیث نقل کرتے ہیں: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب امام قراءت کرے تو خاموشی کے ساتھ متوجہ ہو کر سنو۔ (غنیۃ الطالبین ص: 572 باب. اقتداء کے آداب)

لو اب اس کتاب سے بھی ثابت ہو گیا کہ امام کے پیچھے قراءت جائز نہیں۔ اگر اہل حدیثوں کا ایمان غنیۃ الطالبین پر ہی ہے تو انہیں اس حدیث پر عمل کر کے امام کے پیچھے قراءت ترک کر دینی چاہئے۔

حکیم صادق صاحب نے اپنی اسی کتاب ''صلوۃ الرسول ﷺ،، میں لکھا ہے:

رمضان کی تراویح گیارہ رکعات ہیں۔ جبکہ غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ تراویح بیس رکعات سنت ہیں اور وتر تین رکعات۔

(غنیۃ الطالبین باب نماز تراویح ص: 400)

اب غیر مقلدین کو چاہئے کہ بیس رکعت تراویح پڑھیں اور تین رکعات وتر۔

اہل حدیث حضرات اپنی داڑھی لمبی چھوڑ دیتے ہیں جس سے ان کی شکل ہیبت ناک بن جاتی ہے اور مونچھوں کو مونڈتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں غنیۃ الطالبین کی ذکر کردہ احادیث کی رو سے خلاف سنت ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں جو اپنی مونچھیں منڈاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مونچھیں مونڈنا ایک قسم کی خلقت بدلنی ہے اس سے چہرے کی رونق اور خوبصورتی جاتی رہتی ہے صحابہ کرام سے مروی ہے کہ وہ اپنی مونچھوں کو کترواتے تھے۔ روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ داڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر مٹھی سے باہر نکلے ہوئے بالوں کے حصے کو کتر دیتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ مٹھی کے نیچے کا حصہ کاٹ دو۔ (غنیۃ الطالبین باب ۲ دس فطری خصائل ص ۷۰)

غیر مقلدین کو چاہئے ان حدیثوں پر عمل کریں اور اپنی مونچھیں منڈوانا بند کریں اور ایک مشت سے زائد داڑھی کاٹ دیا کریں ورنہ وہ حضور ﷺ کے طریقہ سے خارج ہوں گے۔ معلوم ہوا کہ وہابی حضور غوث پاک کے ارشادات کے منکر ہیں۔

کیا حضور غوثِ اعظم وہابی تھے؟ حضور غوثِ اعظم چونکہ فقہ میں امام احمد بن حنبل کے مقلد تھے اسی لئے ان کی فقہ کے مطابق رفع یدین کا ذکر ,,غنیۃ الطالبین،، میں ہے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ جو بھی رفع یدین کرے اور آمین بالجہر کہے وہ وہابی ہے۔ اگر ان کا یہ قاعدہ مان لیا جائے تو کل کو شیعہ مالکی فقہ پر عمل کرنے والوں کے لئے دعویٰ کر دیں گے کہ یہ شیعہ ہیں اس لئے کہ یہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں۔ وہابیت و غیر مقلدیت عقیدہ کی خرابی محبوبانِ خدا کی گستاخی کا نام ہے۔ محض رفع یدین وغیرہ کا اختلاف نہیں۔ لہذا حضور غوثِ اعظم نہ غیر مقلد تھے نہ وہابی بلکہ صحیح العقیدہ سنی و پیشوائے اہل سنت و جماعت اور امام احمد بن حنبل کے مقلد تھے۔ اگر غیر مقلدین وہابیہ میں حیا ہوتی تو تقلید کے خلاف نہ ہوتے بلکہ آپ کی طرح کسی امام کے مقلد ہوتے یا غیر مقلد ہو کر ایک مقلد حنبلی بزرگ کا سہارا نہ لیتے اور اپنی دورخی و منافقت سے عوام کو دھوکہ نہ دیتے۔

عظیم دھوکہ وخیانت: حال ہی میں غیر مقلدین نے حضور غوثِ اعظم کی کتاب ,,غنیۃ الطالبین،، کواردو ترجمہ میں ڈھال کر مع متن کے چھاپا اور چالاکی دکھائی کہ کتاب میں بیس تراویح کی جگہ آٹھ تراویح لکھ مارا تا کہ عوام سمجھیں کہ حضور غوثِ اعظم بھی ان غیر مقلدین کی طرح آٹھ تراویح پڑھتے تھے چنانچہ ملاحظہ ہو ﴿وھی احدی عشرۃ رکعۃ مع الوتر﴾ اور تراویح وتر سمیت گیارہ رکعتیں ہیں۔(غنیۃ الطالبین مکتبہ سعودیہ کراچی ص۷۳۹) حالانکہ ,,غنیۃ الطالبین،، دنیا کی کثیر الاشاعت مشہور کتاب ہے اور اس میں صاف لکھا ہے ﴿صلاۃ التراویح سنۃ النبی ﷺ وھی عشرون رکعۃ﴾ نماز تراویح سنت ہے اور اس کی بیس رکعت ہیں۔(غنیۃ کے عربی متن اور فارسی اور اردو ترجمہ کے ہر نسخہ میں یہ عبارت انہی الفاظ کے ساتھ موجود ہے) لیکن سنگدل اور بددیانت وہابیہ نے (عشرون) بیس کا اصل لفظ اڑا دیا اور عبارت میں اپنی طرف سے احدی عشرۃ گیارہ کا لفظ شامل کر کے مع الوتر کا از خود اضافہ کر دیا۔ اگر حضور غوثِ اعظم غیر مقلد تھے تو بیس رکعت کیوں پڑھتے تھے؟ اگر وہابی سچے ہیں تو انہوں نے یہ بددیانتی کیوں کی ہے؟

رقص اور آلات موسیقی کے بارے میں شرعی حکم بیان کریں (اسد رضوی شگر گڑھ)

آلات موسیقی کی حرمت میں ائمہ اربعہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ گانا اور آلات موسیقی دو الگ الگ چیزیں ہیں، گانا مطلقاً حرام نہیں ہے اگر گیت کا مضمون جائز ہو تو گانا جائز ہے اور اگر گیت کا مضمون ناجائز ہو تو گانا ناجائز ہے، اور آلات موسیقی میں دف کے علاوہ باقی آلات کو سننا اور بجانا مطلقاً حرام (ظنی یا مکروہ تحریمی) ہے۔ اور دف میں تفصیل یہ ہے کہ عید، نکاح، ولیمہ، جہاد اور ختنہ کی تقریب میں قلیل مقدار کے ساتھ دف بجانا جائز ہے اور اس کے علاوہ ناجائز ہے۔(شرح مسلم ج۲ ص۶۹۴) نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ عورتوں کا مردوں کے سامنے گانا یا مردوں کا عورتوں کے سامنے گانا یا حجاب کی اوٹ سے مردوں کا عورتوں کی آواز میں گانا سننا بہر حال ناجائز ہے خواہ گانے کا مضمون کیسا ہی کیوں نہ ہو۔ بکثرت احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آلات موسیقی کے بجانے اور ان کی آواز سننے کو حرام قرار دیا ہے خواہ وہ آلات موسیقی ہاتھ سے بجانے والے ہوں جن کو مَعَازِف کہتے ہیں یا وہ آلات موسیقی منہ سے بجانے والے ہوں جن کو عربی میں مَزَامِیر کہتے ہیں۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت للعالمین اور ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور مجھے منہ اور ہاتھ سے بجائے جانے والے آلات موسیقی اور سازوں کو مٹانے کا حکم دیا ہے۔(مصنف عبد الرزاق ج۱۱ ص۶)

البتہ حدیث میں نکاح، ولیمہ، اور عید کے موقع پر صرف دف بجانے کی رخصت ہے لیکن ان مخصوص مواقع پر اجازت کے ثبوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ دف یا دیگر آلات موسیقی کا مطلقاً بجانا جائز ہو (جیسا کہ طاہر القادری اور بعض نعت خواں کرتے ہیں) کیونکہ اولاً تو دیگر احادیث صحیحہ میں دف سمیت تمام آلات موسیقی کو رسول اللہ ﷺ نے مطلقاً حرام فرمایا ہے اس لئے اجازت انہی مواقع کے ساتھ مخصوص رہے گی اور مذاہب اربعہ کے فقہاء نے ایسا ہی کیا ہے۔ احکام شرعیہ میں اس کی متعدد مثالیں ہیں مثلاً کسی شخص کے لئے نامحرم عورت کو دیکھنا جائز نہیں حالانکہ حدیث شریف میں نکاح کے قصد سے نامحرم عورت کو دیکھنے کی رخصت ہے۔ اب اس خاص موقع پر اجازت کے ثبوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ حکم عام ہو جائے اور ہر شخص غیر محرم عورتوں کو دیکھتا رہے خواہ نکاح کا ارادہ ہو یا نہ۔ اسی طرح مردار کھانا جائز نہیں حالانکہ حدیث میں مچھلی اور ٹڈی کے حلال ہونے کا ذکر ہے۔ اب اس خاص رخصت کی بنا پر کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بقیہ تمام مرداروں کو اپنے لئے حلال قرار دے لے کیونکہ دوسرے دلائل سے خون اور مردار کی حرمت ثابت ہے۔ علیٰ ہذا القیاس نکاح، عید اور ولیمہ کے مواقع پر دف کی اجازت کی بنا پر مطلقاً دف بجانے کی رخصت لازم نہ آئے گی کیونکہ دیگر دلائل سے تمام آلات موسیقی کی مطلقاً حرمت ثابت ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ دف حرام ہے اور ہاتھوں سے بجانے والے آلات موسیقی حرام ہیں، طبل حرام ہے اور بانسری حرام ہے۔(سنن کبریٰ ج۱۰ ص۲۲۲) مطبوعہ ملتان (شرح مسلم ج۲ ص۶۷۶)

آلات موسیقی کو جائز رکھنے والے تمام علماء ایک روایت سے استدلال کرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ عورتوں سے گانا بجانا سننا جائز ہے اور علی الاطلاق آلات موسیقی بجانا، سننا اور مردوں عورتوں سے بلا حجاب گانا سننا جائز ہے۔ وہ روایت یہ ہے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک غزوہ سے واپس آئے تو ایک حبشی لڑکی آئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ! میں نے نذر مانی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جہاد سے سلامتی کے ساتھ واپس لے آئے گا تو میں دف بجاؤں گی اور گانا گاؤں گی! تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تو نے نذر مانی ہے تو دف بجا ورنہ نہیں! وہ دف بجانے لگی پھر حضرت ابوبکر آئے تو وہ دف بجاتی رہی، پھر حضرت علی آئے تو وہ دف بجاتی رہی، پھر حضرت عثمان آئے تو وہ دف بجاتی رہی، پھر حضرت عمر آئے تو اس نے دف کو الٹا کرا اپنی سیرین کے نیچے رکھ دیا اور اس پر بیٹھ گئی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر شیطان تم سے ڈرتا ہے۔ میری اور دیگر صحابہ کی موجودگی میں یہ دف بجاتی رہی تم آئے تو اس نے دف کو پھینک دیا (ترمذی 3690 مشکوۃ 6048)

امام ترمذی نے کہا: اس حدیث کی سند میں علی بن حسین واقد راوی ضعیف ہے۔ اسی طرح کی روایت ابوداود میں ہے یہ بھی ضعیف ہے۔ یہ حدیث روایۃً کے علاوہ درایۃً بھی مردود ہے رسول اللہ ﷺ نے اس حبشی لڑکی کو نذر پورا کرنے کا حکم دیا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکی بالغہ تھی کیونکہ احکام کی مکلف ایک بالغہ لڑکی ہی ہوتی ہے اور ایک بالغہ لڑکی یا عورت سے بلا حجاب گانا سننا نبی کریم ﷺ کی شان کے خلاف ہے اور اگر بالفرض اس کو آپ کی خصوصیت پر محمول کیا جائے تو دیگر صحابہ کرام کا ایک بالغہ لڑکی یا عورت کو دیکھنا اور اس کا گانا سننا کس طرح جائز ہوگا کیونکہ اجنبی عورت کو دیکھنا اور اس کی آواز سننا دونوں حرام ہیں پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے یہ صحابہ کرام حرام کر رہے ہیں اور آپ نے انہیں منع نہیں فرمایا۔ ثالثاً: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر شیطان تم سے ڈرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا دف بجانا ایک شیطانی کام ہے، اور جب یہ شیطانی کام ہے تو چاہئے تھا کہ آپ فرماتے اس نذر کا پورا کرنا صحیح نہیں ہے چہ جائیکہ اسے نذر پوری کرنے کا حکم دیتے، پھر یہ شیطانی کام تھا تو آپ کا اور دیگر صحابہ کا اسے سننا کس طرح صحیح تھا، پھر ایک عجیب اور غلط بات ہے کہ شیطان حضرت عمر سے ڈرتا تھا اور آپ ﷺ اور دیگر صحابہ سے نہیں ڈرتا تھا اور پھر یہ تاویل اس سے بھی عجیب تر اور غلط ہے کہ حضرت عمر برائی کے کاموں پر زیادہ سخت تھے اور آپ ﷺ اور دیگر صحابہ نرم مزاج تھے۔ غرضیکہ یہ حدیث اصول اسلام سے متصادم ہے روایۃً اور درایۃً ضعیف اور واجب الرد ہے اس سے آلات موسیقی کے جواز پر استدلال کرنا بداہۃً باطل ہے۔

فقہاء احناف کا نظریہ: علامہ سرخسی فرماتے ہیں: دف اور طبل بجانا مکروہ ہے، نکاح کے اعلان کے لئے دف بجانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور لہو کے لئے دف بجانا مکروہ ہے۔ (شرح سیر کبیر ج ۳ ص ۱۳۵۸)

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں: جب گانے بجانے کے آلات کے ساتھ نظم گائی جائے تو منع ہے خواہ نظم میں وعظ اور حکمت کی باتیں ہوں، اور یہ ممانعت ان آلات کی وجہ سے ہے اس نظم کی وجہ سے نہیں۔ (فتح القدیر ص ۴۸۲)

شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا: گانا سننا اور ہمارے زمانہ کے بناوٹی صوفیوں کا ناچنا حرام ہے اس کا قصد کرنا اور وہاں بیٹھنا جائز نہیں گانوں اور باجوں دونوں کا ایک حکم ہے۔ (عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۲) علامہ شامی فرماتے ہیں: ناچنا، مذاق اڑانا، تالی بجانا، ستار کے تار بجانا، بربط سارنگی، رباب، قانون، بانسری، جھانجن، بگل بجانا مکروہ تحریمی ہیں کیونکہ یہ کفار کا شعار ہیں اور دف، بانسری اور دیگر سازوں کا سننا حرام ہے اگر اچانک سن لیا تو معذور ہے اور اس پر واجب ہے کہ نہ سننے کی پوری کوشش کرے۔ (قہستانی ردالمحتار ج ۵ ص ۲۲۸)

علامہ ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں: معراج میں ہے کہ آلات موسیقی دو قسم کے ہیں: ایک وہ ہیں جو حرام ہیں جیسے بانسری طنبور وغیرہ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے مجھے بانسریوں اور دیگر آلات موسیقی کے مٹانے کا حکم دیا ہے اور اس لئے بھی مطلوب ہے کہ یہ آلات ذکر الٰہی سے غافل کرتے ہیں اور دوسری قسم کا آلات جو نکاح اور دیگر شرعی خوشی کے موقع پر مباح ہے اور ان کے علاوہ دیگر مواقع پر دف بجانا مکروہ ہے۔ کیونکہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب دف کی آواز سنتے تو کسی کو دیکھنے کے لئے بھیجتے پھر دیکھتے اگر وہ ولیمہ کا موقع ہوتا تو خاموش رہتے اور اگر کوئی اور موقع ہوتا تو درّہ سے سزا دینے کا

قصد کرتے اور مردوں کے لئے ہر حال میں دف بجانا مکروہ ہے کیونکہ اس میں عورتوں سے مشابہت ہے۔ (البحرالرائق ج ۷ص ۸۸)

جاہل صوفیاء کے رقص وسرود اور تالیاں بجانے پر علامہ قرطبی کا تبصرہ: علامہ قرطبی نے فرمایا: کہ بعض صوفیہ نے آلاتِ غناء کے ساتھ گانے بجانے کا نام سماع رکھا ہے اس کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور بہت سے لوگ اس کی تحریم سے ناواقف ہیں۔حتیٰ کہ ان سے مجنونوں کے سے افعال ظاہر ہوتے ہیں وہ موسیقی کی دھنوں پر رقص کرتے ہیں۔اور ایک قوم ان امور میں یہاں تک پہنچی ہے کہ اس نے ان امور کو نیکی اور اعمال صالحہ میں سے قرار دیا، اور یہ بے دینی کے آثار میں سے ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے بدعات اور فتنوں سے پناہ مانگتے ہیں اور اتباع سنت کا سوال کرتے ہیں۔(اکمال المعلم ج ۳ص ۳۴)(شرح مسلم ج ۲ص ۶۹۰)

بعض لوگ خوشی کے موقع پر یا کسی تقریب میں مقرر کو داد دینے کے لئے تالیاں بجاتے ہیں یہ بھی شرعاً ناجائز ہے اور کفار کا طریقہ ہے بلکہ سبحان اللہ یا ماشاء اللہ کہہ کر داد دینا چاہئے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور بیت اللہ کے نزدیک ان کی نماز اس کے سوا کیا تھی کہ یہ سیٹیاں اور تالیں بجاتے تھے سو اب عذاب کو چکھو کیونکہ تم کفر کرتے تھے۔(سورہ انفال ۳۵) علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی لکھتے ہیں۔قرآن مجید نے سیٹیاں بجانے اور تالیاں پیٹنے کی جو مذمت کی ہے اس میں ان جاہل صوفیوں کا رد ہے جو رقص کرتے ہیں، تالیاں پیٹتے ہیں اور بے ہوش ہونے کا مظاہرہ کرتے ہیں۔(الجامع لاحکام القرآن ج ۷ص ۳۵۹)تفسیر تبیان القرآن ج ۴ص ۶۲۷)

افسوسناک خبر: ۱۸ دسمبر کو شاہ جمال مظفر گڑھ میں اہل سنت کی مرکزی جامع مسجد فاروق اعظم پر دیوبندیوں نے اسلحہ کے زور پر قبضہ کرنے کی کوشش کی جس میں ایک سنی شہید بھی ہو گیا۔آپ سے گذارش ہے کہ اس نمبر پر مولانا ظفر صاحب کو فون کر کیان کی حوصلہ افزائی فرمائیں جہاں تک ہوسکے مسلک کی خاطر ان کی قانونی ہیلپ کریں مولانا ظفر قریشی صاحب 03023746106 مولانا طارق چشتی صاحب 03003312052

منہاجی بے نقاب طاہر القادری کا مرید وشاگرد وقار علی قادری طاہر القادری کی سپورٹ کرتے ہوئے اپنے ہی استاد پر فتوی لگا دیا ایک مثال دیتے ہوئے کہا اگر کوئی عالم مرتد ہو جائے تو بھی اس کو شیخ الاسلام کہہ سکتے ہیں وڈیو پروف www-youtube-com-benaqabchehra

قادیانیوں کا تعاقب: اگر کوئی قادیانی اپنے ناپک مذہب کی تبلیغ کرتا نظر آئے تو تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298\c کے تحت ثبوت اور علاقے کے معززین تھانے میں جاکر ان کے خلاف مقدمہ درج کروائیں یہ آپ کا مذہبی اور قانونی فریضہ ہے۔محمد جاوید صاحب کراچی

اہم اعلان مسک دیوبند کے روحانی پیشوا عبدالوہاب اور چالیس بڑے علمائے دیوبند نے طارق جمیل کے دعائیہ کفریہ کلمات سن کر اس پر کفر کا فتوی لگا دیا ہے serch"youtube-com-jamee kufur

......﴿ خوشخبری ﴾......

مولانا سیف اللہ شاہ فاروقی خطیب جامع مسجد اہل حدیث سمندری فیصل آباد مرکزی امیر عالمی تنظیم اہل سنت پیر محمد افضل قادری کے ہاتھ پر تائب ہو کر حق مذہب اہل سنت وجماعت حنفی بریلوی کو قبول کر لیا۔

......﴿ سیالکوٹ میں سنی علماء کی سیڈیز حاصل کرنے کا مرکز ﴾......

جناب طارق قادری صاحب راجہ بازار نزد بیری والا چوک سنی علماء بالخصوص ڈاکٹر مفتی محمد اشرف جلالی رد قادیانیت کورس، نماز حنفی، مدینہ پاک کی زیارتیں سعودی عرب اور مدینہ پاک میں یارسول اللہ کے نظارے، عمر فاروق توحیدی سنی بریلوی سابق ناظم تبلیغ اہل حدیث یوتھ فورس اور دیگر سنی علماء کی CDs حاصل کرنے کیلئے جناب طارق قادری صاحب راجہ بازار سیالکوٹ سے رابطہ کریں 13076157786-03216102920

مدینہ پاک کی زیارتیں دیکھنے کے لئے وزٹ کریں you tub / ziarate madina سعودی عرب اور مدینہ پاک میں یارسول اللہ کے بینروں کے نظارے دیکھنے کے لئے وزٹ کریں you tub /bralvi ﴿پیش کش: نصر اللہ مدنی﴾

صحابہ کرام کا مقام

(کشف المحجوب کے اوراق سے چند سوالاً جواباً نسخہ کشف)

﴿ترتیب وتحریر: پیرزادہ اقبال احمد فاروقی﴾

1: سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ بعد از انبیاء صحابہ کرام میں خلیفہ اول، امام اہل تجرید اور امیر المومنین ہیں۔ مشائخ عظام آپ کی روایات کی کمی کی وجہ سے آپ کو ارباب مشاہدہ کے سردار تسلیم کرتے ہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شدت جلال کی وجہ سے "مجاہدہ کا امام" مانتے ہیں۔ صحیح احادیث میں یہ بات صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ رات کے وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن آہستہ پڑھا کرتے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلند آواز سے تلاوت کیا کرتے تھے۔ حضور علیہ السلام نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آہستہ پڑھنے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے عرض کیا "جسے میں سنانا چاہتا ہوں وہ میری رازدارانہ بات سے بھی واقف ہے"۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا "میں بلند آواز سے لوگوں کو جگاتا ہوں اور شیطان کو بھگاتا ہوں"۔ ان دونوں جوابات سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ "مشاہدہ" اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ "مجاہدہ" کے مالک تھے۔

مقام مجاہدہ، مشاہدہ کے مقابلے میں سمندر کے سامنے قطرہ ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا "تمہاری ساری نیکیاں میرے صدیق کی ایک نیکی کے برابر ہیں"۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی وجہ سے اسلام کو بڑا فروغ ملا، ان کی نیکیوں کا یہ عالم ہے تو دوسرے لوگوں کی نیکیوں کا مقام سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کیا ہوگا؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعا فرمایا کرتے تھے "اللہ میری دنیا فراخ کردے اور پھر اس کی آفت سے محفوظ رکھ"۔ دنیا کا طلب کرنا اور پھر آفت میں پھنسنے میں رمز یہ ہے کہ دنیا کی فراخی سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جاسکے اور آنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی راہ میں نثار کرنے سے صبر کی نعمت میسر ہو اور فقر کی دولت ہاتھ آئے۔ چنانچہ اندریں حالات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اختیاری فقر حاصل کیا۔ اضطراری فقر سے اختیاری فقر کی حیثیت اعلیٰ ہے۔

امام زہری فرماتے ہیں۔ جب لوگوں نے آپ کو خلیفہ تسلیم کرلیا تو آپ نے منبر پر کھڑے ہوکر خطبہ دیا:

"خدا کی قسم میں نے کسی دن یا کسی رات خلافت کی حرص نہیں کی، نہ مجھے اس کی خواہش تھی اور نہ ہی میں نے اللہ تعالیٰ سے خفیہ یا ظاہراً اس کی التجا کی اور نہ ہی مجھے خلافت حاصل کرنے میں خوشی ہوئی ہے"

یہ مقام تسلیم و رضا کا ہے۔ جب انسان حرص و آز سے آزاد ہو جاتا ہے تو وہ خدا کی ہر بات کو تسلیم کرتا ہے۔ اگر فقیر بن جائے تو خوش ہوتا ہے۔ اگر امیر بن جائے تو شکر ادا کرتا ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ مقام بدرجہ کمال ملا تھا۔

(۲) سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ : آپ صحابہ کرام میں سے اہل ایمان کے امام، اہل تحقیق کے مقتدا، دریائے محبت الٰہی کے شناور مانے جاتے تھے۔ آپ کی کرامات مشہور زمانہ ہوئیں اور ملک رانی کی تدابیر نے خراج تحسین حاصل کیا۔ دینی امور میں دانشمندی اور سختی کے پابند تھے۔ طریقت میں آپ کے لطیف اقوال مشہور رہیں۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا "حق تعالیٰ عمرؓ کی زبان سے گفتگو کرتا ہے"۔ نیز فرمایا "اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمرؓ ہے"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طریقت کے بعض نکات یوں پیش کیے ہیں "گوشہ نشینی برے دوستوں سے بچاتی ہے" گوشہ نشینی دو قسم کی ہے۔ لوگوں سے اعراض کرنا اور ان سے قطعہ تعلق اختیار کرلینا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ "جس مکان کی بنیاد مصیبت و

آزمائش پر رکھی ہو اس کا مصیبتوں سے خالی ہونا محال ہے"۔
حضرت جبریل امین نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا" یا رسول اللہ! اہل آسمان حضرت عمر فاروق کے اسلام لانے پر آپ کو مبارکباد دیتے ہیں"
حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قمیض کے پیوندوں اور شریعت پر پابندی کی اقتداء میں صوفیہ کرام نے گدڑی پہننا اور دین کے معاملات میں سختی سے پابند ہونا اختیار کیا۔
(۳) **حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ:** آپ حیا کا خزانہ، اہل صفا میں عبادت گزار، حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریق سے آراستہ تھے۔ حزب الدار کے دن جب فسادی آپ کے دروازے پر جمع ہو گئے، تو آپ کے غلاموں نے مقابلہ کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا" جو شخص ہتھیار نہ اٹھائے وہ اللہ کی راہ میں آزاد ہے"۔ اسی اثنا میں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپہنچے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اجازت چاہی کہ فسادیوں کو بزور شمشیر ہٹادیا جائے۔ آپ نے فرمایا" اے ابن اخی، جاؤ گھر جا کر آرام کرو۔ اللہ تعالیٰ کا حکم جو کچھ ہوگا وہی ہوگا۔ میں خونریزی کی اجازت نہیں دیتا"۔ یہ مقام تسلیم ورضا ہے۔ جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آتش نمرود میں ڈالا جانے لگا تو جبریل امین علیہ السلام نے آ کر اپنی خدمات پیش کیں۔ مگر آپ نے یہ کہہ کر معذرت کرلی۔" جس کی خاطر مجھے آگ میں ڈالا جا رہا ہے وہ مجھے دیکھ رہا ہے، مجھے کسی کی امداد کی ضرورت نہیں" حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خلیل علیہ السلام کو ایک جیسے حالات درپیش تھے۔ مگر فرق یہ تھا خلیل اللہ تو مصیبت سے بچ گئے مگر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس مصیبت میں شہادت نصیب ہوئی۔ آپ نے سنت انبیاء پر چل کر موت کو لبیک کہا۔ مگر راہِ تسلیم ورضا سے نہیں ہٹے۔
(۴) **سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہ:** آپ جلیل القدر صحابی، حضور علیہ السلام کے بھائی، بزرگان دین اور اولیاء اللہ کے پیشوا تھے۔ طریقت میں آپ کا رتبہ بہت بلند ہے۔ آپ نے معرفت کے حقائق کو بیان کرنے میں بڑا حصہ لیا۔ حضرت جنید بغدادی آپ کے حق میں فرماتے ہیں" اصول ومعرفت اور شریعت مصطفیٰ کی خاطر مصائب وآلام برداشت کرنے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے امام وشیخ ہیں"
ایک دفعہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شخص آکر کہنے لگا۔ حضرت، مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا" اپنے اہل وعیال میں اتنا نہ کھو جا کہ خدا کو بھول جائے۔ کیونکہ اگر تمہارے اہل وعیال اللہ میں سے ہیں تو خدا خود ان کی حفاظت کرے گا اگر وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں تو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر غم کھانا ناجائز ہے" اس واقعہ سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مخلوق سے قطع تعلق کا اعلان کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب کی لڑکی اور اپنی بیوی کو سخت مشکل میں تنہا چھوڑ دیا اور اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر بنجر وادی میں اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں واقعات میں ایسی مدد کی کہ انہیں کوئی دکھ نہ پہنچا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی لئے سب سے بہترین عمل" غناء القلب باللہ" یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ دل وابستہ کر کے مخلوقات سے بے نیاز ہو جانے کا نام رکھا ہے۔ اس حقیقت کو معلوم کرلینے سے فقر وصفوت کے معانی ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔
حاصل مطالعہ: صوفیہ کے امام ومقتداء خلفائے اربعہ ہیں۔ سب سے پہلے اہل تفرید کے امام سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو تمام انسانی آفات سے محفوظ رہے۔ وہ کامل جود وسخا اور صدق وصفا کے پیکر تھے۔ آپ سے بے شمار کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ مشائخ نے آپ کے کشف ومشاہدہ کو سب سے مقدم جانا ہے۔ دوسرے، فراست واصابت کے شہنشاہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو ارباب مشاہدہ کے سرتاج، امت کے سب سے بڑے معاملہ فہم تھے۔ آپ کی لاتعداد کرامتیں مشہور ہیں۔ تیسرے، صاحب حیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ آپ تسلیم ورضا اور خلق وصفا کے نشان تھے۔ آپ کے بے شمار مناقب وفضائل اور کرامتیں مشہور ہیں۔ چوتھے، حضرت علی کرم اللہ وجہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے برادر محترم اور اولیاء بزرگان دین کے امام وپیشوا تھے۔ طریقت میں بلند مقام کے مالک تھے۔ حقیقت ومعرفت کے سرچشمہ تھے۔ آپ کی ذات گرامی سے لاانتہا کرامتیں ظاہر ہوئیں۔

تحقیق و تخریج: عاطف سلیم

حدیث اُوس بن اُوس رضی اللہ عنہ کی تحقیق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(قسط نمبر۲)

۴) امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے بھی "شراحیل بن اُدۃ" کو "عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر" کے شیوخ میں شمار کیا ہے۔ ۸۴

۵) امام ابن عساکر نے بھی "شراحیل بن اُدۃ" کو "عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر" کے شیوخ میں شمار کیا ہے۔ نا کہ "عبدالرحمن بن یزید بن تمیم" کے شیوخ میں شمار کیا ہے۔ ۸۵

مندرجہ بالا تصریحات ائمہ سے واضح ہے کہ "امام عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر" امام ابوالاشعث الصنعانی ہی کے تلامذہ میں سے ہیں۔ اگر زیر بحث حدیث مبارکہ کے سماع میں حسین بن علی الجعفی کو وہم ہوتا تو "عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر" کے شیخ ابوالاشعث الصنعانی کی جگہ "عبدالرحمن بن یزید تمیم" کے کوئی اور شیخ موجود ہوتے۔ مندرجہ بالا تحقیق سے صرف دو ہی نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

ا) یا تو "حسین بن علی الجعفی" نے "عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر" سے ہی سماع کیا ہے۔

ب) یا پھر حسین بن علی الجعفی" نے شیخ الشیخ کا نام بھی جان بوجھ کر تبدیل کر دیا ہے۔ جو کہ حسین بن علی الجعفی جیسے ثقہ راوی سے متوقع نہیں ہو سکتا۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ زیر بحث حدیث مبارکہ "سنن ابوداؤد" میں بھی موجود ہے جیسا کہ تخاریج حدیث میں حوالہ سپرد قرطاس ہو چکا ہے۔ بالفرض تنزل یہ امر تسلیم کر بھی لیا جائے کہ "حسین بن علی الجعفی" نے اس حدیث مبارکہ کا سماع "عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم" سے کیا ہے نہ کہ "عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر" سے تو یہ بات بھی فن نقد و رجال کے ائمہ کے ہاں قابل تسلیم امر نہیں ہے۔ جیسا کہ ذیل میں دیئے گئے حوالہ جات سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے:

ا) امام علاء الدین مغلطائی ابن قلیج بن عبداللہ البکجری الحنفی (م ۷۶۲ھ):

"عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم کے نام کے ساتھ (س، ق) لکھتے ہیں۔ یعنی کہ عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم سے احادیث سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں تو موجود ہیں لیکن صحاح ستہ کی کسی اور کتاب بالشمول سنن ابوداؤد میں اُن سے کوئی روایت امام مغلطائی کی تحقیق کے مطابق ثابت نہیں"۔ ۸۶

۲) اسی طرح امام یوسف بن الزکی عبدالرحمٰن ابوالحجاج المزی بھی یہ امر تسلیم کرنے کے لیے چنداں تیار نظر نہیں آتے۔ ۸۷

۳) امام ابن حجر عسقلانی نے بھی "عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم" کو سنن ابوداؤد کے راویان میں شمار نہیں کیا۔ ۸۸

۴) امام شمس الدین ذہبی نے بھی تقریباً یہی تصریح فرمائی ہے۔ ۸۹

۵) امام صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی "عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم" کے نام کے ساتھ "س۔ق" لکھا ہے جسکا واضح اور سیدھا سادھا سا مطلب یہ ہے کہ سنن نسائی اور ابن ماجہ میں تو ان سے احادیث مروی ہیں جبکہ ابوداؤد میں ان سے کوئی حدیث مروی نہیں۔ جو کہ اس جرح یعنی "وھم لگ

جانے" کے قلع قمع کے لیے کافی ہے۔ یعنی پانچ جلیل القدر محدثین کرام کی تصریحات سے واضح ہے کہ ان میں سے کوئی امام بھی اس بات کا قائل نہیں کہ امام ابوداؤد نے سنن ابوداؤد سے سنن میں "عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم" سے حدیث لی ہو۔ محض وہم کا بہانہ بنا کر "حسین بن علی الجعفی" کی طرف وہم کی نسبت کرنا جبکہ سماع کی صراحتاً تصریح بھی موجود ہو دیانت داری کا تقاضا نہیں کرتا۔

امام عجلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ "حسین بن علی الجعفی" نے "عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر" سے دو احادیث کا سماع کیا ہے۔ اور دلچسپ بات یہ ہے کہ امام عجلی نے زیر بحث حدیث مبارکہ میں بھی "حسین بن علی الجعفی" کا "عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر" سے سماع ثابت فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں!

"حدثنا ابو مسلم حدثني أبي قال سمع حسين بن علي الجعفي من عبد الرحمن بن يزيد بن جابر حديثين "حديث أكثرو من الصلاة علي يوم الجمعة فان صلاتكم تبلغني و حديث أخر في الجمعة"۔ ۹۰

اسی طرح امام ہیثمی نے بھی امام عجلی علیہ الرحمہ کی موافقت فرمائی ہے۔ ۹۱

لیجئے جناب زیر بحث حدیث مبارکہ میں حسین بن علی الجعفی کے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے خاص طور پر دو احادیث میں سماع کی تصریح بھی ثابت ہو گئی ہے۔ زبیر علی زئی صاحب سے التماس ہے کہ ہوش کے ناخن لیں اور اپنے ہی قواعد کی روشنی میں اس حدیث مبارکہ کی سند پر کیے گئے اعتراضات کو جانچیں کہ ایسے اعتراضات کی کیا حقیقت ہے؟۔

اولاً: آپ (زبیر علی زئی) کی جرح عام ہے کہ وہ "حسین بن علی الجعفی" کے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے سماع کے قائل ہی نہیں جبکہ امام عجلی اور امام ہیثمی نے دو احادیث میں خاص طور پر سماع کی تصریح فرمادی ہے۔ اس ضمن میں آپ ہی کا قاعدہ آپ کی اپنی کتب سے پیش خدمت ہے:

"امام ابوحیان محمد بن یوسف الاندلسی علیہ الرحمہ (م ۷۴۵ھ) نے فرمایا "ولا شك أن الخاص مقدم على العام"۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ عام پر خاص مقدم ہے"۔ (تفسیر البحر المحیط، جلد ۳، ص ۱۶۸، بحوالہ تحقیقی اصلاحی اور علمی مقالات، جلد ۳، ص ۱۴۹)

مزید لکھتے ہیں!

"ہر خاص دلیل ہر عام دلیل پر مقدم ہوتی ہے"۔ (نور العینین ص ۵۸، اشاعت دسمبر ۲۰۰۶ء)

تو ثابت ہوا کہ "حسین بن علی الجعفی" کا خاص سماع "عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر" سے دو احادیث میں ثابت ہے جسکی تصریح امام عجلی اور امام ہیثمی رحمہ اللہ سے ثابت ہے۔ تو پھر یہاں پر کیونکر خاص (سماع) کو عام (جرح) پر مقدم نہیں سمجھا جا سکتا اور ساتھ ساتھ اُمید ہے کہ آپ اپنا یہ اُصول بھی نہیں بھولیں ہوں گے کہ!

"اثبات نفی پر مقدم ہے"۔ (نور العینین ص ۵۹، اشاعت دسمبر ۲۰۰۶ء)

تو پھر یہاں پر ثابت کرنے والے دلائل (امام عجلی اور امام ہیثمی کی تصریحات) نفی کرنے والے پر کیونکر مقدم نہیں ہو سکتے۔ مجھے آپ سے حسن ظن ہے کہ روایتی رویہ چھوڑ کر علم و تحقیق کی روشنی میں جوابات دینے کی کوشش کریں گے اور اس مسئلہ میں آپ مسئلہ تدلیس کی طرح میدان علم و تحقیق سے فرار ہوتے ہوئے نظر نہیں آئیں گے۔

اس حدیث مبارکہ پر "علت قادحہ" جیسے اعتراض کو ائمہ کرام نے قبول کیا ہے یا نہیں اس مؤقف پر تصریحات ائمہ درج ذیل ہیں۔ علامہ ابن القیم فرماتے ہیں!

"وجواب هذا التعليل من وجوه احدها ان حسين بن علي الجعفي قد صرح بسماعه له من عبد الرحمن

ابن یزید بن جابر قال ابن حبان فی صحیحه حدثنا ابن خزیمه حدثنا ابو کریب حدثنا حسین بن علی حدثنا عبد الرحمن بن یزید بن جابر فصرح بالسماع منه و قولهم انه ظن ابن جابر وانما هو ابن تمیم فغلط فی اسم جده بعید فانه لم یکن یشتبه علی حسین هذا بهذا مع نقده و علمه بهما و سماعه منهما"۔

ترجمہ: اور اس علت کا جواب کئی وجوہ سے دیا گیا ہے۔ اول یہ کہ حسین بن علی الجعفی نے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے سماع کی صراحت کی ہے۔ ابن حبان نے اپنی صحیح میں کہا ہم کو حدیث بیان کی ابن خزیمہ نے ان سے بیان کی ابو کریب نے انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر نے پس ان سے سماع کی صراحت ہے اور معترضین کا یہ کہنا کہ یہاں ابن جابر نہیں بلکہ ابن جابر کا گمان کیا یہ بات بہت بعید ہے کیونکہ حسین جیسے نقاد و متبحر فن پر باوجود دونوں (یعنی ابن جابر اور ابن تمیم) سے حاصل ہونیکا اسکا مشتبہ رہنا عقل سے دور ہے۔ ۹۲

۲) امام مجد الدین فیروز آبادی فرماتے ہیں!

"والاولی ان یذهب الی ماذهب الیه ابو داؤد ،والنسائی فان شانهم اعلی وهم علمو حال اسناده وله شواهد تقویة من عند ابن حبان وغیره "۔ بہتر یہ ہے کہ وہی موقف اختیار کیا جائے جو کہ امام ابوداؤد اور امام نسائی نے اختیار کیا ہے۔ کیونکہ انکی شان بلند ہے۔ اور وہ اسناد کے حال کو معترضین سے بہتر جانتے ہیں۔ اور اسکے شواہد بھی موجود ہیں۔ امام ابن حبان وغیرہ نے اسکی تصریح کی ہے۔ ۹۳

۳) امام سخاوی فرماتے ہیں!

"ولکن قدرد هذه العلة الدارقطنی وقال ان سماع حسین عن ابن جابر ثابت والی هذا جنح الخطیب "۔ لیکن اس علت کا امام دارقطنی نے رد کیا ہے اور کہا ہے کہ حسین کا ابن جابر سے سماع ثابت ہے اور اسی طرف خطیب بغدادی کا رجحان ہے۔ ۹۴

۴) ابن حجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں!

"اس روایت کو ابن خزیمہ وابن حبان اور حاکم نے اپنی اپنی صحیح مین روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر حسن صحیح ہے لیکن انھوں نے اس کا اخراج نہیں کیا اسی طرح امام نووی نے کتاب الاذکار میں اسکی تصحیح کی ہے اور حافظ عبد الغنی وحافظ منذری نے کہا حسن ہے امام ابن دحیہ نے کہا صحیح ہے اور عادل سے عادل نقل کررہا ہے یعنی تمام راوی عادل ہیں۔

مزید فرماتے ہیں!

"ومن قال انه منکر او غریب لعلة خفیة به فقد اشروح لان الدارقطنی ردها "۔ اور جس نے کہا یہ خفیہ علت کے سبب منکر یا غریب ہے اس نے بیکار بات کہی کیونکہ امام دارقطنی نے اس اعتراض کو رد فرمایا ہے۔ ۹۵

۵) امام ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے بھی من وعن یہی عبارت تحریر فرمائی ہے۔ ۹۶

۶) امام شمس الدین محمد بن احمد بن الهادی الحنبلی (م ۷۴۴ھ) فرماتے ہیں!

"حسین الجعفی روی عن عبد الرحمن بن یزید بن تمیم خطاء الذی یروی عنه حسین هو عبد الرحمن بن یزید بن جابر ،وابو اسامة یروی عن عبد الرحمن بن یزید بن تمیم فیقول ابن جابر و یغلط فی اسم الجد قلت وهذا الذی قاله الحافظ ابو الحسن هو اقرب واشبه بالصواب وهو ان الجعفی روی عن ابن جابر ولم

یروی عن ابن تمیم والذی یروی عن ابن تمیم و یغلظ فی اسم جدہ ھو ابو اسامۃ کما قالہ الا کثرون فعلی ھذا یکون الحدیث الذی رواہ حسین بن جابر صحیحا لان الاشعث عن اوس حدیث صحیحا الان رواتہ کلھم مشھورون بالصدق والامانۃ والثقۃ والعدالۃ ولذلک صححہ جماعۃ من الحفاظ کابی حاتم بن حبان والحافظ عبد الغنی المقدسی وابن دحیۃ و غیرھم ولم یأت من تکلم فیہ و عللہ بجۃ بینہ وما ذکرہ أبو حاتم الرازی فی العلل لا یدل الاعلی تضعف روایۃ ابی اسامۃ عن ابن جابر لا علی ضعف روایۃ الجعفی عنہ"۔

ترجمہ: حسین بن علی الجعفی عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم سے روایت کرتا ہے یہ قول غلط ہے کیونکہ یہ روایت حسین بن علی الجعفی نے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے کی ہے اور ابواُسامہ عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم سے روایت کرتا ہے اور وہ اسکے دادا کے نام میں غلطی کرجاتا ہے اور کہتا ہے ابن جابر میں کہتا ہوں یہی بات حافظ ابوالحسن نے فرمائی ہے اور یہ زیادہ اقرب اور صحت کے زیادہ مشابہ ہے کہ حسین بن علی الجعفی ابن جابر (عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر) سے روایت کرتا ہے اور جو ابن تمیم سے ذکر کرتا ہے وہ ابواُسامہ ہے اور عبدالرحمٰن کے دادا کے نام میں غلطی کرجاتا ہے جیسا کہ اکثر محدثین نے فرمایا ہے پس یہ حدیث جس کو حسین نے ابن جابر سے انہوں نے ابوالاشعث (شراحیل بن اُدہ) سے انہوں نے اوس سے روایت کی یہ صحیح ہے کیونکہ اسکے تمام رواۃ مشہور بالصدق والامانت اور مشہور بالثقاہت وعدالت ہیں اس لیے محدثین کی جماعت نے اس کی تصحیح کی ہے جیسا کہ ابن حبان حافظ عبد الغنی مقدسی ابن دحیہ اور انکے علاوہ دیگر حضرات اور نہیں لائے اس کا کلام جس نے اس پر کلام کیا ہے اور امام ابوحاتم رازی نے جو علل میں بیان کیا ہے وہ صرف ابواُسامہ کی روایت کی تضعیف کرتا ہے حسین جعفی کی روایت کی تضعیف نہیں کرتا۔ ۹۷

حاصل کلام یہ کہ:

۱) حسین بن علی الجعفی جو کہ ثقہ ہیں۔ خود سماع کی تصریح فرمارہے ہیں۔

۲) محدثین کرام کی تصریحات سے ثابت ہے کہ "عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم" سے سنن ابوداؤد میں کوئی حدیث بھی مروی نہیں تو پھر سینہ زوری سے عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر کو ابن تمیم بنانا عقل ودانش کا تقاضا نہیں کرتا۔

۳) امام عجلی اور امام ہیثمی کے بقول حسین بن علی الجعفی نے دو احادیث میں عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے سماع کیا ہے۔ یہاں چند نکات قابل توجہ ہیں۔

اول تو یہ کہ اصول کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ!

"من علم فھو حجۃ علی من لم یعلم"۔ جو ایک بات کو جانتا ہے وہ نہ جاننے والے پر حجت ہے۔ ۹۸

تو پھر امام عجلی وہیثمی کی تصریحات کو امام بخاری اور دیگر محدثین کرام رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم کے قول پر ترجیح کیونکر نہ ہوگی۔ مزید براں یہ قانون بھی مدنظر رہے کہ!

"ثابت کرنے والے دلائل نفی کرنے والے دلائل پر ترجیح رکھتے ہیں"

اسکے ساتھ ساتھ (وہم والی) جرح کا عام ہونا بھی ظاہر وواضح ہے۔ امام عجلی اور پھر ہیثمی علیہ الرحمہ کی اُن کے ساتھ موافقت یعنی دو احادیث میں (خاص کر) سماع بھی ثابت تو ظاہری سی بات ہے:

"خاص بھی عام پر مقدم ہوا کرتا ہے"

۴) بالفرض محال اور برسبیل تنزل اس حدیث مبارکہ کی سند میں حسین بن علی الجعفی کے شیخ ابن تمیم ہی مان لیے جائیں تو پھر عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم کے

شیوخ میں (شراحیل بن آدہ یعنی ابوالاشعث الصعانی) کو ماننا پڑے گا جسکی کسی بھی محدث سے تصریح ثابت نہیں ہوسکی ہے۔

۵) اگر اس حدیث مبارکہ کی سند کو بالفرض محال ضعیف مان بھی لیا جائے تو بھی ہمیں مضر نہیں کیونکہ یہ بات (زبیر علی زئی) کو بھی مُسَلّم ہے کہ انبیاء کے اجسام کو مٹی نہیں کھاتی۔

۶) زبیر علی زئی صاحب خود رقمطراز ہیں کہ "اہل حدیث (محدثین کرام اور انکے عوام) کا اس پر اجماع ہے کہ صحیح حدیث کے لیے پانچ شرطیں ہیں۔

۱۔ ہر راوی عادل ہو۔ ۲۔ ہر راوی ضابط ہو۔ ۳۔ سند متصل ہو۔ ۴۔ شاذ نہ ہو۔ ۵۔ معلول نہ ہو۔ 99

یعنی محدثین کے ہاں مذکورہ بالا پانچ شرائط میں ایک شرط سند حدیث میں علت قادحہ کا نہ ہونا اُسکی صحت کو مستلزم ہے تو پھر ماننا پڑیگا جن جن علمائے کرام و محدثین نے اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے اُنکے ہاں علت قادحہ ثابت نہیں ہے جو کہ علت قادحہ ماننے والوں کے مقابلہ میں جمہور کی حیثیت رکھتے ہیں یہ بات تو حضرت صاحب (زبیر علی زئی) کو بھی تسلیم ہے کہ ترجیح جمہور کے قول کو ہی حاصل ہے خود زبیر علی زئی صاحب امام بخاری، امام ابو حاتم اور امام بیہقی کے اقوال کو کچھ خرد برد کرتے ہیں۔

"دوسرے یہ کہ اسے متعدد علماء نے محفوظ قرار دیا ہے"۔ 100

......﴿ماخذ و مراجع﴾......

۱) المستدرک للحاکم ،کتاب الجمعة، جلد ا ص ۴۱۳ تحت رقم الحدیث ۱۰۲۹

(۲) لوامع الانوار البهية،جلد ۲ ص ۳۹

۳) کتاب الاذکار للنووی ،ص ۱۱۵ رقم ۳۳۲

(۴) التذکرہ للقرطبی،باب فی قول الله تعالیٰ و نفخ فی الصور....الخ ،جلد ا ص ۱۸۸

۵) التذکرہ للقرطبی،باب لا تاکل الارض اجساد الانبیاء،جلد ا ص ۱۸۴

(۶) کتاب الروح،ص ۵۷

۷) تفسیر ابن کثیر،تفسیر سورة الاحزاب آیت ۵۶ جلد ۶ ص ۴۷۳

(۸) فتح الباری جلد ۶ ص ۴۸۹ تحت رقم الحدیث ۳۲۵۸

۹) الجامع الصغیر من حدیث البشیر النذیر باب حرف الالف جلد ا ص ۲۱۲ تحت رقم ۲۴۸۰

۱۰) عمدة القاری للعینی،باب ما یذکر فی الاشخاص والخصومة بین المسلم والیهودی ،جلد ۱۹ ،ص ۱۵۲

۱۱) حیاة الحیوان الکبریٰ ،باب،التاء المثناة ،جلد ا ص ۱۶۴

۱۲) القول البدیع للسخاوی،الباب الرابع فی تبلیغه ﷺ سلام من نسیم علیه ورده السلام ص ۱۶۳

۱۳) السراج المنیر شرح الجامع الصغیر جلد ۲ ص ۱۴۱

(۱۴) المعتمد فی المعتقد ص ۱۱۸

۱۵) ملاحظہ فرمائیں:مدارج النبوت جلد ۲ ص ۵۲۸ ،باب،حیات انبیاء کرام علیهم الصلوة والسلام

۱۶) الصلات والبشر ص ۷۴

(۱۷) نسیم الریاض ،فصل فی تخصیصه ﷺ بتبلیغ صلاة،جلد ۳،ص ۵۰۲

(۱۸) الفتاویٰ الرضویہ، جلد ۹، ص ۹۰۷، ۹۰۸

(۱۹) مجموع فتاویٰ ابن باز، اجابة عن اسئلة حول کتابة التعاویز بالایات وامور اخری تتعلق بالرسول ﷺ، جلد ۲، ص ۳۸۳

(۲۰) الجوهر المنظم (مترجم) زیارت کے عظیم فوائد، ص ۷۵ مطبوعہ مرکز تحقیقات اسلامیہ لاہور

(۲۱) سنن الدارمی، باب فی فضل الجمعة، جلد ۱، ص ۴۴۵ تحت رقم الحديث ۱۵۷۲

(۲۲) صحیح ابن خزیمہ، باب فضل الصلاة علی النبی ﷺ، جلد ۳، ص ۱۱۷ رقم ۱۷۳۳

(۲۳) مسند احمد بن حنبل، حدیث اوس بن اوس، جلد ۴، ص ۸ رقم ۱۶۲۰۷

(۲۴) السلسلة الاحاديث الصحيحة، جلد ۴، ص ۳۲ رقم ۱۵۲۷

(۲۵) ارشاد السالک الی اشرف المسالک فی فقہ الامام مالک، فصل صلاة الجمعة، جلد ۱، ص ۴۷

(۲۶) الصارم المنکی، ص ۲۷۵، ۲۷۶ (۲۷) مرقاة المفاتیح، باب الجمعہ، جلد ۵، ص ۳۳

(۲۸) تفسیر روح المعانی، تفسیر سورة الانبیاء تحت آیت نمبر ۱۰۴، جلد ۱۲، ص ۳۸۱

(۲۹) فتح الغفار الجامع الاحکام سنة نبینا المختار، جلد ۲، ص ۸۴۷ رقم ۳۳۳۶، باب ماجا فی زیارة قبر النبی ﷺ

(۳۰) نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب، فصل فی الاعتبار لابن دحیة، جلد ۲، ص ۳۱۱

(۳۱) خلاصة الوفا باخبار دار المصطفیٰ، باب الثانی فی فضل الزیارة والمسجد النبوی، ص ۴۳

(۳۲) فصول من السیرة، کتاب الصلاة، ص ۲۸۳

(۳۳) سبل الھدیٰ والرشاد، الباب السادس فی المواطن یستحب الصلاة، جلد ۱۲، ص ۴۴۴

(۳۴) المواعظ الایمانیة من الآیات القرانیہ، ص ۲۲۲

(۳۵) لقاء الباب المفتوح، بیان ان الارض لاتاکل اجساد الانبیاء، جلد ۱۰، ص ۲۰۳

(۳۶) فتاویٰ یسالونک، ذکر اجساد الشهداء، جلد ۶، ص ۲۷۵

(۳۷) شرح منظومة القواعد الفقهية، ص ۱۳۹

(۳۸) معارج القبول بشرح مسلم الوصول الی علم الاصول، فصل منکر والبحث علی الربعة اصناف، جلد ۲، ص ۲۹۷

(۳۹) اتحاف الجماعة بما جا فی الفتن والملاحم واشراط الساعہ، باب ماجا ان الساعة تقوم یوم الجمعة، جلد ۳، ص ۴۴۹

(۴۰) الاسعاف من اغاثة السقاف، ص ۳۸

(۴۱) التصول الی حقیقة التوسل، ص ۲۳۹

(۴۲) تحفة الذاکرین بعدة الحصن الحصین، ص ۳۶

(۴۳) مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات، ص ۹۳

(۴۴) سنن ابن ماجه، جلد ۱، ص ۵۲۴ تحت رقم الحديث ۱۶۳۶

(۴۵) فضل الصلوٰة للقاضی اسماعیل، ص ۳۹۳۸

(۴۶) الثقات للعجلی، باب حسین، ص ۲۰۳ رقم ۳۱۱

(۴۷) الثقات لابن حبان،باب الحاء،جلد ۸،ص ۱۸۳ رقم ۱۲۸۸۶

(۴۸) سیر اعلام النبلاء للذھبی،جلد ۹،ص ۳۹۸ ترجمہ الحسین بن علی الجعفی رقم ۱۲۹

(۴۹) المستدرک للحاکم،باب الاھوال،جلد ۴،ص ۲۰۴ رقم ۸۷۸۱

(۵۰) سنن ترمذی،باب ما جا فی حق المراۃ علی زوجھا،جلد ۲،ص ۲۸۱ رقم الحدیث ۱۰۸۳

(۵۱) تھذیب التھذیب،ترجمہ الحسین بن علی بن الولید الجعفی،جلد ۲،ص ۳۰۸ رقم ۲۱۶

(۵۲) مجمع الزوائد للھیثمی،باب التاریخ،جلد ۱،ص ۴۶۸ رقم ۹۷۱

(۵۳) فتح القدیر،باب صلاۃ العیدین،جلد ۳،ص ۲۵۷

(۵۴) السلسلۃ الاحادیث الاصحیحۃ،تحت رقم الحدیث ۳۲۰۰،جلد ۷،ص ۳۱۹

(۵۵) مسند احمد،مسند ابی ھریرۃ،جلد ۲،ص ۳۲۹ تحت رقم الحدیث ۸۳۳۰

(۵۶) کتاب الثقات لابن حبان،جلد ۴،ص ۱۱۴ رقم ۹۰۹۸

(۵۷) الثقات للعجلی،جلد ۲،ص ۹۰ رقم ۱۰۸۸

(۵۸) الجرح والتعدیل،جلد ۵،ص ۳۰۰،ترجمہ عبد الرحمن بن یزید بن جابر

(۵۹) تاریخ ابن معین،جلد ۲،ص ۵۱۳ رقم ۵۴۷۱

(۶۰) تقریب التھذیب،جلد ۱،ص ۲۰۴ رقم ۲۰۴۱

(۶۱) اکمال تھذیب اکمال فی اسماء الرجال،المجلد الثامن،ص ۱۲۵ ذکر عبد الرحمن بن یزید بن جابر رقم ۳۲۷۳

(۶۲) سوالات أبی داؤد لاحمد،ص ۲۱ رقم ۲۷۷

(۶۳) تھذیب الکمال،جلد ۱۸،ص ۸،ترجمہ عبد الرحمن بن یزید بن جابر

(۶۴) الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ،جلد ۱،ص ۶۳۸ رقم ۳۳۴۲

(۶۵) المستدرک للحاکم،کتاب الجمعہ،جلد ۱،ص ۴۱۳ تحت رقم الحدیث ۱۰۲۹

(۶۶) سنن ترمذی،باب ماجأفی شان الحساب والقصاص،جلد ۲،ص ۱۴۱ رقم الحدیث ۲۳۳۵

(۶۷) البدر المنیر فی تخریج الاحادیث والاثار الواقعۃ فی الشرح الکبیر،جلد ۷،ص ۲۶۵

(۶۸) مسند احمد بن حنبل،جلد ۴،ص ۸ حدیث اوس بن اوس تحت رقم الحدیث ۱۶۲۰۷

(۶۹) معرفۃ الثقات للعجلی،جلد ۲،ص ۳۸۳ رقم ۲۰۸۰

(۷۰) تقریب التھذیب،جلد ۱،ص ۳۳۳ رقم ۲۷۶۱

(۷۱) الکاشف للذھبی جلد ۱،ص ۴۸۲ رقم ۲۲۵۳

(۷۲) الثقات لابن حبان،باب الشین،جلد ۴،ص ۳۶۵،رقم ۳۳۷۳

(۷۳) سنن ترمذی،باب ماجا فی النھی عن المثلۃ،جلد ۱،ص ۳۱۷ رقم ۱۳۰۹

(۷۴) المستدرک للحاکم،کتاب الجمعۃ،جلد ۱،ص ۳۷۹ رقم الحدیث ۸۸۳

۷۵) مجمع الزوائد،باب فی ائمة الظلم والجور وائمة الضلالة،جلد ۵،ص ۲۳۰ رقم ۹۲۱۷

۷۶) البدر المنیر لابن الملقن،جلد۶،ص ۴۷۰

۷۷) السلسلة الاحادیث الصحیحة،جلد۱۳،ص ۱۳ تحت رقم الحدیث ۳۲۲۸

۷۸) الادب المفرد،باب فضل عیادة المریض،ص ۱۸۴ رقم ۵۲۱

۷۹) تحقیقی اصلاحی اور علمی مقالات،جلد۳،ص۱۹

(۸۰) مسئلہ فاتحہ خلف الامام،ص۴۳،اشاعت دوم

۸۱) فضل الصلوۃ علی النبی بتحقیق حافظ زبیر علی زئی،ص۶۵ رقم الحدیث ۲۲

۸۲) الکاشف للذھبی،جلد۲،ص۱۲۸ رقم ۲۲۵۴

(۸۳) تھذیب الکمال للمزی،جلد۱۲،ص۲۰۸ رقم۲۷۱۲

۸۴) تھذیب التھذیب لابن حجر،جلد۳،ص ۲۲۰ رقم ۵۵۸

(۸۵) تاریخ دمشق لابن عساکر جلد ۲۲ ص۳۳۶،رقم،۲۷۲۱

۸۶) اکمال تھذیب الکمال ،جلد۸،ص ۲۵۰،رقم،۳۲۷۲

(۸۷) تقریب التھذیب،جلد۱،ص،۲۰۴،رقم ۲۰۴۰

۸۸) میزان الاعتدال،جلد۲،ص،۳۲۷،رقم،۵۰۱۱

(۸۹) خلاصة تذھیب تھذیب الکمال ،ص،۲۳۶

۹۰) معرفة الثقات للعجلی ص،۱۶۰،رقم،۳۱۱

۹۱) تاریخ الثقات للعجلی بترتیب الحفاظ نور الدین علی بن ابی بکر الھیثمی ص،۱۲۰،ذکر حسین بن علی الجعفی،رقم،۲۹۲

۹۲) جلاء الافھام،ص۳۶،۳۷

(۹۳) الصلات والبشر فی الصلوٰة علی خیر البشر،ص ۷۴

۹۴) القول البدیع،ص۱۵۸

(۹۵) الجوھر المنظم فی زیارة القبر الشریف النبوی المکرم،ص ۱۲۰

۹۶) مرقاة المفاتیح،باب الجمعة،جلد۵،ص ۳۳

۹۷) الصارم المنکی،ص ۲۰۹:الناشر مؤسسة الریان بیروت لبنان الطبقة الاولیٰ ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳م

۹۸) فتح الباری لابن حجر،جلد۹،ص ۵۳۱ تحت رقم الحدیث ۵۰۷۰

۹۹) فتاویٰ علمیہ،جلد۲،ص۲۹۹ (۱۰۰) مسئلہ فاتحہ خلف الامام،ص۴۳

☆☆☆☆☆ ☆☆☆☆☆ ☆☆☆☆☆

قومی عزت ووقار سے بالاتر کوئی چیز نہیں.....!

صرف احتجاج اور بائیکاٹ کافی نہیں.....!

(تحریر: محمد احمد ترازی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وطن عزیز پاکستان اس وقت شدید بحرانی کیفیت سے دوچار ہے، ہر آنے والے دن کے ساتھ ملک کے حالات سنگین سے سنگین تر ہوتے جارہے ہیں ،جس کی وجہ سے ہر محب وطن شہری جو کئی عشروں سے حکمرانوں کی بوئی ہوئی بھوک، مہنگائی، بے روزگاری، دہشت گردی اور کرپشن کی فصل کاٹ رہا ہے، بے یقینی اور مایوسی کا شکار ہے، ہر کوئی جانتا ہے کہ کاروبار مملکت خوش اسلوبی سے نہیں چل رہا، حال یہ ہے کہ مایوسی اور بے یقینی نے تمام قومی اداروں پر منفی اثرات مرتب کر رکھے ہیں، مگر اِن تمام تلخ حقائق سے بے نیاز ہمارے حکمران اپنی معیاد حکومت پوری کرنے کی تگ ودو میں مصروف ہیں، پیر پگاڑا نے کہا تھا کہ نومبر کا مہینہ حکومت کیلئے بھاری ہے، واقعی ماہ نومبر حکومت کیلئے بہت بھاری رہا، اس ماہ میں میمو اسکینڈل، حسین حقانی کا استعفیٰ، شیریں رحمن کی بطور سفیر تقرری، سپریم کورٹ میں حکومت کی این آر او نظر ثانی اپیل کا مسترد ہونا، شاہ محمود قریشی کی تحریک انصاف میں شمولیت سمیت صدر زرداری پر سنگین الزامات جیسے پے در پے واقعات نے ملکی سیاست میں ہلچل مچادی، مگر 26 نومبر کو نیٹو کا پاکستانی چوکیوں پر فضائی حملے نے اِن اہم واقعات کو نہ صرف پس پشت ڈال دیا بلکہ قوم کے دل ودماغ کی چولیں بھی ہلا کر رکھ دیں۔

بدقسمتی سے امریکی دہشت گردی کی نام نہاد جنگ میں کرائے کا سپاہی بننے سے ملک کے مقتدر طبقے میں ایک ایسے گروہ نے جنم لے لیا جس کی وفاداری پاکستان سے زیادہ امریکی مفادات کے تحفظ سے مشروط ہے اور اس طبقے کے نزدیک دنیاوی مفادات ملک کے قومی، ملی اور دینی مفادات سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں، یہی وہ طرز عمل ہے جس نے مقتدر اعلیٰ کے جذبہ حب الوطنی کو عوام کی نظر میں مشکوک بنادیا ہے، مائیک مولن میمو اور حسین حقانی کے استعفے سے پیدا ہونے والے اس سوال سے ابھی قوم سنبھلنے بھی نہ پائی تھی کہ نیٹو کی پاکستانی چوکی پر حملے جس میں پاک فوج کے ایک میجر ایک کیپٹن سمیت 26 جوانوں کی شہادت اور متعدد زخمیوں کی خبر نے اُن کے ہوش اڑادیئے، نیٹو کی اس جارحیت پر آج پوری قوم سراپا احتجاج ہے، اس حملے پر اٹھنے والا شور ایک فطری عمل ہے، مگر اس شور میں سپریم کورٹ کے فیصلے اور میمو اسکینڈل کی بازگشت گم ہوگئی ہے، جو یقیناً میمو کے اصل مصنفوں کیلئے باعث سکون ہوگی۔

دوسری جانب پاکستان کے حکومتی اور عسکری حلقوں نے اُسی روایتی ردعمل کا مظاہرہ کیا جس کا وہ ماضی میں کرتے رہے ہیں، کابینہ کی کمیٹی برائے دفاع کے ہنگامی اجلاس میں قوم کے غم وغصے کو کم کرنے کیلئے کچھ فیصلے بھی کیے گئے، جن میں نیٹو افواج کی سپلائی بند کردینے کا اعلان اور شمسی ایئر بیس کو پندرہ روز کے اندر اندر امریکی فوج سے خالی کرانے کا کہا گیا اور آرمی چیف جنرل اشفاق پرویز کیانی نے اس طرح کی جارحانہ کارروائیوں کو ناقابل قبول قرار دیتے ہوئے مستقبل میں ایسی کسی کارروائی کا جواب دینے کے لئے تیار رہنے کی ضرورت پر زور دیا، اب یہ بھی کہا جارہا ہے کہ پاکستان مذکورہ واقعے پر احتجاج ریکارڈ کرانے کیلئے بون کانفرنس میں شرکت نہیں کرے گا، وزیر اطلاعات اس حکومتی فیصلے کو ٹرننگ پوائنٹ قرار دے رہی ہیں، سفارتی سطح پر بھی اسلام آباد، برسلز اور واشنگٹن میں روایتی احتجاجی مراسلے متعلقہ حکام کو دیئے گئے ہیں، دوسری جانب امریکی حکومت اور نیٹو کی اعلیٰ کمان کی جانب سے بھی مذکورہ واقعے پر روایتی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے پاکستان کے ساتھ مل کر مشترکہ تحقیقات کی پیشکش کی گئی اور واقعے کی فوری وجوہات معلوم کرکے ذمہ داری کا تعین کرنے کی یقین دہانی کرائی گئی ہے، مگر تحقیقات کے نتائج سامنے آئے بغیر پاکستان سے معافی مانگنے سے صاف انکار کردیا ہے۔

لیکن اَمر واقعہ یہ ہے کہ اس تمام ردعمل میں کوئی ایک بھی چیز ایسی نہیں ہے، جس کی بنیاد پر یہ ضمانت مل سکے کہ ہماری سرزمین پر آئندہ اس قسم کا کوئی واقعہ رونما نہیں ہوگا، پاکستانی عوام کو اصل تشویش ہی اس بات پر ہے کہ حکمرانوں کے بقول ہم نیٹو اور امریکہ کے حلیف اور اتحادی ہیں، پھر کیا وجہ ہے کہ امریکی اور نیٹو فورسز بار بار ہماری سرزمین پر ایسی کارروائیاں کرتی ہیں۔؟ کیوں ہماری سلامتی اور خودمختاری کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں۔؟ ہمارے حکمران کیوں اِن

اشتعال انگیز کارروائیوں پر خاموش تماشائی بنے رہتے ہیں۔؟ اور کیوں ہماری سرحدوں کے محافظ کوئی جوابی کاروائی نہیں کرتے۔؟ جبکہ ملکی سلامتی اور خودمختاری کے خلاف اِس قسم کے خطرناک اور اشتعال انگیز رویئے کی اکثر و بیشتر مثالیں سامنے آتی رہتی ہیں، مگر پھر بھی ہم امریکی نام نہاد دہشت گردی کی جنگ کے فرنٹ لائن اتحادی ہیں اور اب تک اِس جنگ میں 35 ہزار جانوں کی قربانی کے ساتھ 40 ارب ڈالر سے زائد کا مالی نقصان اٹھا چکے ہیں، اس کے باوجود اعلیٰ امریکی قیادت ہم پر دہشت گردوں کی موجودگی کے الزامات لگاتی ہے، ذرائع ابلاغ کے ذریعے پاکستان پر "دہرا کھیل" کھیلنے کا پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے، براہ راست پہلے آئی ایس آئی اور پھر پاک فوج پر "دہشت گردوں" کی سرپرستی کے الزام لگائے جاتے ہیں اور بابانگ دہل اعلان کیا جاتا ہے کہ امریکہ اور اُس کے حواری پاکستانی سرحدوں کے اندر موجود اِن دہشت گردوں کے خلاف ہر قسم کی کارروائی کا حق محفوظ رکھتے ہیں۔

مگر حقیقت حال یہ ہے کہ جیسے جیسے امریکی نام نہاد دہشت گردی کی جنگ فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہورہی ہے، پاکستان اور امریکی مفادات کا تصادم بڑھتا جارہا ہے، اب تک پاکستانی حکمرانوں کا موقف یہ تھا کہ دونوں ممالک مشترکہ دشمنوں کے خلاف جنگ لڑ رہے ہیں، لیکن جب کوئی بھی قومی و ملکی سلامتی کا حساس اور نازک مرحلہ سامنے آتا ہے، ہماری فوجی اور سیاسی قیادت اپنا سابقہ موقف تبدیل کرلیتی ہے، یہ طرز عمل ثابت کرتا ہے کہ ہماری سابق اور موجودہ قیادت صرف قوم کو فریب دینے کیلئے صرف رسمی احتجاج تک محدود ہے، آج یہ مرحلہ تیسری بار سامنے آیا ہے، جب پاکستانی فوجی اور سیاسی قیادت نے سخت ردعمل کا مظاہرہ کیا ہے، آپ کو یاد ہوگا کہ امریکی جاسوس ریمنڈ ڈیوس کی گرفتاری اور ایبٹ آباد میں اسامہ بن لادین کے ٹھکانے پر امریکی کمانڈو کا حملہ بھی ایک ایسا ہی مرحلہ تھا، جبکہ اِس سے قبل بھی امریکی فوجی پاکستان کی سرحدوں کی خلاف ورزی کرتے اور پاکستانی فوجیوں کو نشانہ بناتے رہے ہیں اور ہماری فوجی قیادت سخت ردعمل کا اظہار کرتی رہی، مگر امر واقعہ یہ ہے کہ پاکستانی سرحدوں کی خلاف ورزی کوئی نئی بات نہیں، ہر بار پاکستانی حکومت کی فدویانہ چیخ و پکار اور قوم کو دی جانے والی کھوکھلی تسلیوں کے باوجود دوسری جانب سے اِس جارحانہ رویئے پر کسی قسم کی معذرت اور معافی کا اظہار نہیں کیا جاتا، بلکہ سب سے بڑی ستم ظریفی یہ ہے کہ ہماری سرزمین پر اِس قسم کی زیادہ تر کارروائیوں کے بارے میں امریکہ اور اُس کے اتحادیوں کی جانب سے علی الاعلان کہا جاتا ہے کہ یہ کارروائیاں حکومت پاکستان کی مرضی سے کی جارہی ہیں، جن کیلئے شمسی اور شہباز ایئربیس جیسے متعدد پاکستانی ہوائی اڈے استعمال ہورہے ہیں، اب ایک بار پھر شمسی ایئربیس کو پندرہ دن میں خالی کرانے کی بات کی جارہی ہے، حالانکہ اِس اڈے کے بارے میں پہلے کہا گیا تھا کہ امریکن فوج یہ ہوائی اڈا خالی کرچکی ہے۔

اب دوبارہ اِسی بات کو دہرانے کا مطلب جہاں عوامی غم و غصے کو ٹھنڈا کرنے کے حربے کے سوا اور کچھ نہیں ہو ہیں یہ بات یہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ ہمارے حکمران بے شمار معاملات قوم سے پوشیدہ رکھے ہوئے ہیں، جن پر امریکہ اور اُن کے درمیان خاموش مفاہمت موجود ہے، یہ صورتحال یقیناً ملکی و قومی سلامتی کے حوالے سے بے حد تشویشناک ہے، کیونکہ کوئی بھی محب پاکستانی یہ سوچ ہی نہیں سکتا کہ قومی و ملکی خودمختاری کے خلاف اِس قسم کے واقعات کی اجازت دی جاسکتی ہے، لہٰذا اب ہماری سول اور عسکری قیادت کو یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ دہشت گردی کے نام پر لڑی جانے والی اِس جنگ میں آج کے بعد ہمارا کردار کیا ہونا چاہیے، اب ہمیں امریکہ اور نیٹو کمان کو یہ صاف اور واضح پیغام دینا ہوگا کہ ہماری برداشت کی حد ختم ہوچکی ہے اور آئندہ اِس قسم کی جارحیت کا منہ توڑ جواب دیا جائے گا، محض بون کانفرنس میں شرکت نہ کرنے، نیٹو کی سپلائی روک دینے یا ایک آدھ ایئرپورٹ خالی کرانے کے اقدامات کافی نہیں اور نہ ہی اِسے پاک امریکہ تعلقات میں ٹرننگ پوائنٹ قرار دیا جاسکتا ہے، کیونکہ نیٹو کا پاکستانی سیکورٹی فورسز پر حملہ ملکی سالمیت پر حملے کے مترادف ہے۔

لہٰذا ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ نیٹو حملوں کے ردعمل کے طور پر حکومت نیٹو ممالک سے اپنے سفیروں کو واپس بلالیتی اور افغانستان میں امریکہ و صلیبی حواریوں کی دہشت گردی میں مزید تعاون سے انکار کردیتی، مگر افسوس کہ ایسا نہیں کیا گیا، حالانکہ امریکی جارحیت کے خلاف پارلیمان اور پارلیمان سے باہر تمام جماعتیں متفقہ موقف اختیار کرچکی ہیں، کل جماعتی کانفرنس کے بعد کابینہ کی دفاعی کمیٹی کے اجلاس کے فیصلے اِس بات کا تقاضہ کرتے ہیں کہ دہشت گردی کے خلاف نام نہاد امریکی جنگ میں مزید شرکت سے معذوری اختیار کرلی جائے، کیونکہ یہ مسئلہ چند فوجیوں کی جانوں کا نہیں بلکہ ملک و قوم کی سلامتی کا ہے، ہماری نظر میں نیٹو کا یہ حملہ پاکستان کی خودمختاری پر حملے کے مترادف ہے، اِس لیے ناگزیر ہے کہ ہماری عسکری و سیاسی قیادت محض بیان بازی اور رسمی قراردادوں پر ہی اکتفا کرنے کے بجائے ملک اور قوم کے مفادات سے ہم آہنگ اور وہ جراُت مندانہ فیصلے کرے، جس میں ہماری بقاء، آزادی، خودمختاری اور پرامن و خوشحال مستقبل کی ضمانت موجود ہو اور جو ہمارے قومی عزت و وقار کے مطابق ہوں، یاد رکھیں کہ دنیا میں سر اٹھا کر جینے کیلئے قومی عزت و وقار سے بالاتر کوئی چیز نہیں ہوتی۔

☆☆☆☆☆

عقیدہ ختم نبوت اور فرقہ وہابیہ

﴿ترجمان اہل سنت، مناظر اسلام ابوالحقائق علامہ غلام مرتضی ساقی مجددی﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الانبياء و المرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين

اہل سنت وجماعت حنفی بریلوی کی خدمات اسلام روزِ روشن کی طرح نمایاں ہیں لیکن مخالفین آئے روز حسد کی وجہ سے اس کوشش میں ہیں کہ ان کی خدمات پر پانی پھیر دیا جائے اور وہ اس سلسلہ میں ہر طرح سے مکروفریب اور دھوکہ و بہتان تراشی سے کام لے رہے ہیں۔ عقیدہ ختم نبوت کے حوالہ سے غیر مقلد وہابی نجدی حضرات بعض مقامات پر کچھ عرصہ سے اُودھم مچا رہے ہیں۔ سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنے کے لئے کبھی وہ مرزا قادیانی کو حنفی بریلوی ظاہر کرتے ہیں (ملاحظہ ہو تحریک آزادیٔ فکر ص ۱۸۸ از اسماعیل سلفی) جو کہ سراسر جھوٹ اور بکواس ہے اور کبھی وہ یوں زبان درازی کرتے ہیں کہ قادیانی دراصل بریلوت کا بانی مبانی ہے ملاحظہ ہو (حنفیہ اور مرزائیت از عبدالغفور اثری) جو کہ بالکل بہتان اور ہذیان ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ نہ تو مرزا قادیانی دجال حنفی تھا نہ ہی بریلویت کا بانی بلکہ وہ غیر مقلد، آزاد خیال اور آوارہ مزاج شخص، وہابیوں کا ہیرو اور ہم ذہن تھا یہی وجہ ہے کہ جب علمائے احناف نے قادیانی کی تکفیر کی تو اسوقت محمد حسین بٹالوی اس کی وکالت کر رہا تھا اور ثناءاللہ امرتسری اس کی زیارت کا شوق لے کر قادیان جا رہا تھا (تاریخ مرزا ص ۵۲)

اپنی خفت مٹانے اور ذاتی معاملات و مقاصد کی خاطر تکفیر کرنے کے بعد عدالتوں میں وہابیوں نے مرزے کو نہ صرف مسلمان مانا بلکہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے کے بھی فتوی دیتے رہے۔ اور ان کے ساتھ اتحاد کے بھی خواب دیکھتے رہے۔ جبکہ اہل سنت و جماعت کے اکابر نے ردمرزائیت میں جو کام کیا ہے کوئی وہابی نجدی غیر مقلد اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ چلئے اس حقیقت کا اعتراف وہابیوں کی زبان سے ملاحظہ کرتے ہیں۔

یہ دیکھئے وہابیوں کے ماہنامہ ,,ضیائے حدیث لاہور،، کے ختم نبوت نمبر میں لکھا ہے ,,مسئلہ ختم نبوت میں علمائے اہل حدیث نے ,دیوبند اور بریلوی نے مرزا اور اس کے ماننے والوں کو کافر قرار دیا۔ مگر اس بارے میں دیگر علماء کے علاوہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی کا فتوی نہایت اہم ہے کہ انہوں نے مرزا کو واجب القتل قرار دیا تھا۔ اسی طرح مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا فتوی بھی قابلِ ذکر ہے ,,کہ جو مرزا اور اس کے پیروکاروں کو کافر نہیں سمجھتا اس کا اپنا ایمان بھی نہیں۔،،(ص ۶) دیکھ لیا آپ نے وہابیوں، دیوبندیوں کا نام لینے کے باوجود نہایت اہم، اور قابلِ ذکر فتوے صرف اہل سنت و جماعت کے نقل کئے ہیں۔ جس سے واضح ہے کہ ردمرزائیت اور تحفظ ختم نبوت میں اہل سنت و جماعت کا کارنامہ قابل فخر اور نہایت ممتاز ہے۔ نہایت اہم اور قابل ذکر خدمات کی توفیق سنی حنفی بریلوی حضرات کو ہی نصیب ہوئی ہے۔ والحمد للہ علی ذلک لیکن برا ہو تعصب اور بے ضمیری کا کہ اہل سنت و جماعت کے خلاف مکروہ اور گھناؤنی سازشیں کرنے والوں نے اپنے ملاؤں کی کارستانیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے اہل سنت و جماعت ہی کو ختم نبوت کا مخالف بنا ڈالا گویا

؎ اس زلف پہ پھبتی شب دیجور کی سوجھی　　　اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوجھی

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ,,عقیدہ ختم نبوت اور بریلویت،، کے نام پر تقریباً ساڑھے چھ صفات (فل سکیپ فوٹو اسٹیٹ) کسی چور کذاب اور دجال قسم کے آدمی نے سیالکوٹ کے علاقہ میں تقسیم کئے اور اپنا اور اپنی کسی تنظیم کا نام دینا بھی گوارا نہیں کیا۔ انداز تحریر سے وہابیت، نجدیت، غیر مقلدیت جھلکتی ہے۔ اسی لئے ہم نے اسے ان کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس پمفلٹ میں اپنی روایتی مسلکی صفات یعنی دھوکہ فریب اور مکاری

وعیاری کا خوب مظاہرہ کر کے یہ بتانے کی ناپاک کوشش کی ہے کہ اہل سنت حنفی بریلوی حضرات عقیدہ ختم نبوت کے مخالف ہیں۔

آیئے! پمفلٹ کا مختصراً جائزہ لے کر ہم بعد میں یہ بھی بتادیں کہ یہ لوگ خود کتنے پانی میں ہیں۔ ہم اہل سنت امن پسند لوگ ہیں ہم درود والے ہیں بارود والے نہیں ہیں ہم کسی پر جارحانہ حملہ نہیں کرتے اگر کوئی خواہ مخواہ ہم پر الزام تراشی کرے تو ہم اپنی صفائی پیش کرنے اور دفاع کا حق رکھتے ہیں اور یہ ہمارا قانونی اور شرعی حق ہے اگر کسی پر چوری کا الزام لگے تو عدالت ملزم کو صفائی کا موقع دیتی ہے اور تحقیق کرنے کے بعد کوئی فیصلہ صادر کرتی ہے لیکن وہابیوں اور بعض عوام کا یہ حال ہے کسی ملزم کو بغیر صفائی کا موقع دیئے مجرم قرار دے دیتے ہیں یہ انصاف سے بعید اور گمراہی کا سبب ہے اور حکم قرآن کے خلاف ہے اللہ تعالی فرماتا ہے۔ اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو (سورہ حجرات :٦) ہم سنی کسی کو چھیڑتے نہیں لیکن اگر کوئی خود چھیڑے تو پھر اسے چھوڑتے نہیں جھوٹے کو اس کے گھر تک پہنچاتے ہیں اب ہم اپنا دفاع کریں گے اور ساتھ ہی آئینہ بھی دکھائیں گے یعنی وہابیت کا اپریشن بھی کرینگے اب چیخنا نہیں زیادہ شور نہیں مچانا کہ سنی فرقہ واریت پھیلاتے ہیں کیونکہ ابتدا تمہاری طرف سے ہوئی ہے۔ اپریشن میں تھوڑی بہت تکلیف تو ہوگی صبر کرنا اللہ تعالی تمہیں بدعقیدگی اور الزام تراشی کی بیماری سے صحت کلی عطا فرمائے۔

حدیث میں ہے کہ ﴿مَنْ قَالَ فِی مُؤْمِنٍ مَا لَیْسَ فِیْهِ اَسْکَنَهُ اللهُ رَدْغَةَ الْخَبَالِ حَتّٰی یَخْرُجَ مِمَّا قَالَ﴾ جس نے کسی مسلمان میں ایسی چیز بیان کی جو اس میں نہ ہو تو اسے کچ لہو میں رکھا جائے گا یہاں تک کہ اپنے کہے سے نکل جائے۔ ابوداود حدیث 3123-3597 مشکوۃ حدیث 3611 کتاب الحدود باب الشفاعۃ فی الحدود (رَدْغَةَ الْخَبَال) یعنی کچا پیپ جسے اردو میں کچ لہو کہتے ہیں اس سے مراد دوزخ کا وہ مقام ہے جہاں دوزخیوں کا پیپ اور خون جمع ہوتا ہے دنیا میں یہ جتنے روز مسلمان بھائی کو عیب لگاتا رہا یعنی مشرک و بدعتی کہتا رہا اتنے روز اسے جہنم کے اس طبقہ میں رکھا جائے گا کہ وہاں رہے گا اور یہ کچ لہو پیئے گا اللہ کی پناہ (مراۃ 5-330) نمبروار عبارات پر تبصرہ درج ذیل ہے۔

(١) نقاب پوش نجدی نے سب سے پہلے اپنے ہم مذہب مرزا قادیانی کی یہ عبارت نقل کی کہ ,,یعنی جب میں بروزی طور پر آنحضرت ﷺ ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی ﷺ مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کونسا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعوی کیا،، (ایک غلطی کا ازالہ ص ٨، روحانی خزائن ٢١٢-١٨) اس عبارت میں قادیانی دجال نے خود کو آنحضرت ہوں، تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ مجھ میں موجود ہیں تو پھر کونسا الگ انسان ہوا،، کہہ کر حضور ﷺ اور خود کو ایک ہی ذات قرار دیا (معاذ اللہ) لیکن مرزے کی عبارت کے بعد خائن ومکار نجدی نے اعلی حضرت علیہ الرحمہ کی ایک عبارت کے متعلق دھوکہ دینے کے لئے یہ کہا ,,بریلوں کے اعلی حضرت مرزا قادیانیوں کے لئے تو نہیں مگر شیخ عبدالقادر جیلانی کے لئے یہی عقیدہ رکھتے ہیں چنانچہ احمد رضا خاں بریلوی نے لکھا,, حضور پرنور سیدنا غوث اعظم حضور اقدس سید عالم ﷺ کے وارث کامل و نائب تام و آئینہ ذات ہیں کہ حضور ﷺ مع جملہ صفات جلال و جمال و افضال کے ان میں متجلی ہیں، تعظیم غوثیت عین تعظیم سرکار رسالت ہے (فتاوی افریقیہ) ہمارے نسخہ کے ص ١٠٨ پر یہ عبارت ہے لیکن پوری عبارت میں کوئی ایک جملہ تو بتایا جاتا کہ یہاں حضور غوث پاک کو آنحضرت ﷺ کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ اور کونسے الگ انسان ہیں،، لکھا گیا ہے یہاں صرف حضرت شیخ جیلانی علیہ الرحمہ کو رسول اکرم ﷺ کا نائب تام، وارث کامل قرار دیا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کی تعظیم کو رسول اللہ ﷺ کی تعظیم لکھا ہے۔ کیونکہ نائب خلیفہ کی تعظیم حقیقت میں اصل کی تعظیم ہوتی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: علماء کی تعظیم کرو وہ انبیاء کے وارث ہیں جس نے ان کی تعظیم کی اس نے اللہ و رسول کی تعظیم کی۔ (جامع صغیر) جیسا کہ امام الوہابیہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے: ,,بیشک اللہ تعالی نے اپنی اذیت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اذیت کا ذکر کیا، جسطرح اس نے آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ ذکر کیا...... بلاشبہ اللہ تعالی نے اللہ و رسول کی محبت، اللہ رسول کی رضا اور اللہ رسول کی اطاعت کو ایک ہی چیز بنادیا ہے اور بلاشبہ اللہ و رسول کی تعظیم کی ایک ہی جہت ہے۔ (الصارم المسلول ص ٣٣-٣٤) اب یہ مکار نجدی یہاں بھی کہیں کہ حضور اکرم ﷺ کو خدا بنادیا گیا ہے۔ وہابیوں کے ملتانی ملاں نے لکھا ہے: امام وقت اپنے نبی کا نائب ہوتا ہے اور جو حالت نبی کی ہوتی ہے وہی امام کی بھی ہوتی ہے

۔(مقاصد امامت ص۱۴) چلیں قصہ تمام ہوا نبی اور امتی کی ایک ہی حالت ہوتی ہے۔ اب بولئے کذاب دجال وہابیو! یہ مرزا قادیانی نہیں یہاں ہر امام وقت کو نبی کے مقام پر کھڑا کر کے کتنے نبی گھڑ لئے گئے معلوم ہوا کہ جو عقیدہ قادیانی دجال کا ہے وہابی نجدی عقیدہ انکار ختم نبوت کے سلسلہ میں اس سے بھی کہیں بڑھ کر ہے۔ اس نے اپنے لئے نبوت کی راہ ہموار کی ان ظالموں نے ہر امام کو نبی بناڈالا لیکن شرم وحیا اور غیرت وخوف خدا سے اس قدر عاری ہیں کہ الزام پھر بھی دوسروں کو دیتے ہیں۔ حالانکہ اعلیٰ حضرت نے حضور غوث پاک کو نائب رسول کہا ہے رسول نہیں اور دونوں ذاتوں کو جدا جدا کہا ہے ایک نہیں لکھا لکن الوھابیة قوم لا یعقلون ۔

(۲) نجدی عیار نے تنبیہ کے عنوان سے حضرت پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ کی ایک عبارت لکھ کر اسے غلط مفہوم پہنایا ہے مثلا صدیق اکبر فاروق اعظم عثمان غنی علی المرتضیٰ اور سیدا شباب اھل الجنة حسنین رضی اللہ عنہم ان کا مجموعہ بعینہ جمال با کمال آنحضرت ﷺ کا آئینہ تھا (سیف چشتیائی ص۱۵)

اس بدباطن نے اس عبارت کو ختم نبوت کے مخالف قرار دیکر اپنی عاقبت کو مزید برباد کر ڈالا ہے کیونکہ اس عبارت میں نہ تو ختم نبوت کے بنیادی عقائد میں سے ہونے کا انکار ہے اور نہ ہی اس میں کسی ظلی یا بروزی نبی کی آمد کو تسلیم کیا گیا ہے یہ سب نجدی وہابی قلمکار کی بے ایمانی کا نتیجہ ہے ۔ دراصل صفات کے متجلی ہونے اور کسی کی ذات کا آئینہ ہونے کا ہرگز یہ معنی نہیں ہوتا کہ اصل ذات ہی کارفرما ہوتی ہے بلکہ محض یہ مطلب ہوتا ہے کہ ان کی تجلیات اور انوار و برکات کا ظہور ان ذوات مقدسہ سے ہوتا ہے۔ اردو لغت ہی دیکھ لیجئے! آئینہ، متجلی کا ہی معنی ومفہوم ملے گا کہ کسی کا خوب روشن ہونا۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کے یہ محبوب ترین اور قریب ترین افراد مقدسہ نے رسول پاک ﷺ سے خوب روشنی حاصل کی۔ ان کی صفات سے صفات مصطفوی کی جھلک دکھائی دیتی اور یہ اسوہ رسول کے روشن، تابندہ اور درخشندہ نمونے تھے، اور ان کے صحیح پیروکار غلام تھے، نبی نہیں تھے خود حضرت گولڑوی علیہ الرحمہ کی پوری عبارت دیکھ لیں تا کہ وہابیوں کے مکروفریب کا تیاپانچا ہو جائے، آپ مرزا قادیانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اگر صرف مقام فنافی الرسول ہی کا قادیانی کو (رسول) اور (نبی) کہلانے کی اجازت دیتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ صدیق اکبر نے جس کی شان میں ﴿لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَابَكْرٍ خَلِيْلًا﴾ (اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا) فرمایا گیا ہے اور ایسا ہی عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے باوجود لقب محدثیت کے اور عثمان رضی اللہ عنہ نے باوجود کمال اتباع صوری ومعنوی کے اور علی المرتضیٰ نے باوجود بشارت اَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى (تمہارا مقام میرے نزدیک وہی ہے جو ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا) نے اور سیدا شباب اھل الجنة حسنین نے جن کا مجموعہ بعینہ جمال با کمال آنحضرت ﷺ کا آئینہ تھا (رسول) اور (نبی) کہلانے پر جراءت نہ کی...... یہ سب تو اسی قاعدہ مسلمہ میں محدود رہے کہ ﴿ الولی لایبلغ درجة النبی ﴾ (ولی نبی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا) (سیف چشتیائی ص۱۷-۱۸) ثابت ہو گیا کہ اس عبارت میں مرزا کا رد کیا گیا ہے تو جب یہ ذوات مقدسہ اتنے کمالات اور اسقدر بارگاہ رسالت سے خیرات وفیوض و برکات حاصل کرنے کے باوجود نبی اور رسول نہیں ہو سکتے کیونکہ ولی یعنی صحابی اور بعد میں آنے والے نیک لوگ نبی کا مقام ہرگز نہیں حاصل کر سکتے تو قادیانی بھی ہرگز نبی نہیں ہو سکتا۔

(۳) تیسرے نمبر پر ,,فرقہ بریلویہ کا شیخ عبدالقادر جیلانی کو ظلی نبی ماننا،، کا عنوان لکھ کر ,,عرفان شریعت ص۸۴،، کی یہ عبارت لکھی ہے ,,یہ قول کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نبی ہوتے اگر چہ اپنے مفہوم شرطی پر صحیح وجائز اطلاق ہے کہ بے شک مرتبہ علیہ رفیعہ حضور پر نور رضی اللہ عنہ ظل مرتبہ نبوت ہے (,,عرفان شریعت ص۸۴،،) اس بدبخت نے آخری جملہ بالخصوص نقل نہیں کیا آخری جملہ یہ ہے ,,قول مذکور ثابت نہیں،، (,,عرفان شریعت ص۸۴،، مطبوعہ سنی دارالاشاعت)

اب بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی اس نجدی دجال کا یہ کہنا ,,ایک ہے مرتبہ نبوت اور ایک ہے ظل مرتبہ نبوت ... جو ظل مرتبہ نبوت پر ہوا وہ ظلی نبی ٹھہرا،، جبکہ وہاں واضح لکھا ہے خود حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ ارشاد فرما رہے ہیں جو قدم میرے جد اکرم ﷺ نے اٹھایا میں نے وہیں

قدم رکھا سوائے اقدام نبوت کے ان میں غیر نبی کا حصہ نہیں (ص ۸۳) یعنی یہ فرمان خود غوث پاک رضی اللہ عنہ کا ہے بتایئے کیا وہ ختم نبوت کے منکر تھے جبکہ انہوں نے وضاحت بھی کردی کہ میرے قدم سرکار ﷺ کی پیروی میں ہیں میں ان کے ماتحت ہوں یعنی نبوت میں میرا کوئی حصہ نہیں اور ویسے بھی ظل کا معنی سایہ ہے تو معنی یہ ہیں کہ غوث پاک رضی اللہ عنہ سرکار دو عالم ﷺ کے زیر سایہ اور زیر پناہ ہیں اب آپ ہی بتائیں جو واضح طور پر خود کو نبوت کا حقدار نہیں قرار دیتا اس پر تہمت لگانا بے ضمیری، بے غیرتی اور بے ایمانی کی انتہا نہیں؟ ان لوگوں کو بس دوسروں پر طعنہ زنی کا سبق پڑھایا گیا ہے، اپنے وڈیروں کی عبارات بھی فرصت کے لمحات میں دیکھ لیا کریں۔ امام الوہابیہ اسماعیل دھلوی نے لکھا ہے:,, آپ (سید احمد) کی ذات والا صفات ابتداء فطرت سے رسالتمآب ﷺ کی کمال مشابہت پر پیدا کی گئی تھی۔ (صراط مستقیم ص ۲۸ مترجم ادارہ نشریات اسلام لاہور) یہ ظل کا مرتبہ نہیں برابر کا حصہ دار بنایا گیا ہے۔

(۴) ,, بریلیوں کے نئے نئے نبی ،، کا عنوان جما کر ,, اشارات فریدی ،، کے دو حوالے پیش کئے حالانکہ ,, اشارات فریدی یا مقابیس المجالس ،، غیر معتبر اور غیر مستند کتاب ہے اس کتاب کا مرتب مولوی رکن الدین مرزائی نواز تھا تفصیل کے لئے دیکھئے ,, روئیداد مناظرہ گستاخ کون ص ۱۴۴) لہذا اس کا حوالہ مردود ہے۔

لیکن وہ یہ بتانا بھول گئے کہ ان کے امام نواب نواب وحید الزماں حیدر آبادی نے کتنے نئے نبی گھڑے ہیں وہ لکھتا ہے:,, رام چندر، چھمن، کشن جی ہندوں کے راہنما، زراتشت، کنفسیوس، بدھا، ستراط، فیثا غورس (فارس، چین، جاپان اور یونان کے راہنما) کے متعلق (ہم وہابیوں، نجدیوں غیر مقلدوں) پر لازم ہے کہ ہم تمام انبیاء و رسل پر ایمان لاتے ہیں۔ (ھدیۃ المھدی ص ۸۵) بتایئے! وہابیوں سے بڑھ کر ختم نبوت کا غدار کون ہو سکتا ہے؟

اولیاء کرام کی شطحیات کا حکم: (صوفیائے کرام سے حالت سکر و مستی میں صادر ہونے والے بظاہر غیر شرعی کلام کی شرعی حیثیت)

(۵) نجدی بدطینت نے ص ۶ پر اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے باوجود کہ ,, غلبہ حال شطح یا مستی کا مردود بہانہ بھی فضول اور نا قابل قبول ہے۔ ثابت ہوتا ہے کہ یہ باتیں بھی بطور تاویل ہو گئی ہیں۔ لیکن اس شاطر و عیار کا اسے فضول اور مردود کہنا بذات خود باطل و مردود ہے کیونکہ ان کے اپنے لوگوں نے بھی ان چیزوں کا اعتبار کیا ہے مثلا ابن تیمیہ نے فتاوی ابن تیمیہ ج ۵ ص ۲۹۸-۳۸۶ پر انہیں معذور لکھا ہے اسی صفحہ پر باقاعدہ شطحیات کا ذکر کیا ہے۔ (مناظرہ گستاخ کون ص ۲۵۰)

نواب صدیق حسن خان نے ,, التاج المکلل ،، ص ۱۷۵-۳۹۶ پر شطحیات والے صوفیہ کی حمایت و تعریف کی ہے۔ عبد اللہ روپڑی نے شطحیات والے صوفیہ کی حمایت و وکالت کرتے ہوئے لکھا ہے: حتی الوسع فتوی میں احتیاط چاہئے...... وہ گذر چکے ہیں ان کا معاملہ خدا کے سپرد ہو چکا ہے تو اب کرید کی کیا ضرورت (فتاوی اہل حدیث ج ۱ ص ۱۵۵) لیکن پھر بھی وہابیوں کا ان صوفیہ مثلاً حضرت شبلی، خواجہ معین الدین رحمہما اللہ پر افترا کرنا اپنے محروم الایمان ہونے کا ثبوت دینا ہے جب ان لوگوں کو ان کے حالات و واقعات سے صحیح آگاہی نہیں تو پھر صرف ابلیس کو خوش کرنے کے لئے فتوے صادر نہیں کرنا چاہئے لیکن کریں کیا وہابیت کو یہی چیزیں تحفہ دگھٹی میں ملی ہوئی ہیں۔ اولیاء کرام اور صوفیہ عظام کے اس دشمن و غدار اس غیر مقلد وہابی نجدی قلمکار نے ,, بریلوں کے تسلیم شدہ نئے کلمے ،، کے تحت لکھا ہے: کوئی یہ نہ سمجھنے کہ نیا کلمہ پڑھوانے کی کسر رہ گئی ہے لہذا بریلویوں کی مصدقہ و تسلیم شدہ کتب سے ان کے ایجاد کردہ و توثیق کردہ نئے کلمے پیش خدمت ہیں۔ بعد ازیں پہلے نمبر پر شبلی رسول اللہ کا حوالہ دیا لیکن اپنی وراثت خیانت و مکاری کو برقرار رکھا۔ اول تو یہ شطح کے زمرے میں ہے اور علامہ ذہبی کہتے ہیں: شبلی کی شطح پر شریعت کا حکم لاگو نہیں ہو سکتا (تاریخ اسلام ج ۲۵ ص ۱۱۸) اگر شبلی مجرم ہیں تو علامہ ذہبی بری کیوں؟ وہابیوں کو علامہ ذہبی کی کتابوں سے استدلال بند کر دینا چاہئے۔

ابن تیمیہ حضرت شبلی بغدادی کے متعلق لکھتے ہیں وہ صرف اللہ اللہ کہا کرتے تھے جب انہیں کہا گیا کہ لا الہ الا اللہ کیوں نہیں کہتے؟ تو فرمایا

ڈرتا ہوں کہ کہیں نفی اور اثبات کے درمیان میں مر نہ جاؤں۔ یہ حضرت شبلی کی لغزش (شطح) ہے کہ جسے ان کے ایمان کے صدق، وجد کی قوت اور ان پر وارد ہونے والے حال کی بدولت بخش دیا جائے گا پس شیخ شبلی پر کبھی کبھی دیوانگی طاری ہوتی تھی جس کے باعث آپ پاگل خانے لے جائے جاتے اور داڑھی کو منڈوا دیتے اور کپڑے پھاڑ دیتے اور اسی طرح ان سے اس طرح کی کئی باتیں صادر ہوتی تھیں کہ جن میں ان کی اقتداء جائز نہیں اگر چہ وہ عند اللہ معذور و ماجور (اجر دیئے ہوئے) ہیں۔

(فتاوی ابن تیمیہ ج ۱۰ ص ۲۷۱) بہر حال وہ لوگ جنہوں نے شریعت کی مخالفت ان وجوہات کی بنا پر کی (یعنی حالت سکر و مستی و غلبہ حال میں) تو ایسی صورت میں یہ لوگ معذور ہیں نہ ان کی مذمت کی جائے گی اور نہ انہیں اذیت دی جائے گی۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۵ ص ۳۸۷) ابن تیمیہ کے یہ جملے ان کے مقلدین یعنی وہابیوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہیں۔

امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی صاحب لکھتے ہیں: خبردار اس معاملہ پر تعجب نہ کرنا اور انکار سے پیش نہ آنا کیونکہ جب وادی اقدس کی آگ سے ندائے انی انا اللہ رب العالمین صادر ہوئی تھی تو پھر اشرف المخلوقات سے جو حضرات ذات سبحانہ کا نمونہ ہیں تو اگر انا الحق کی آواز صادر ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

(صراط مستقیم ص ۱۴ طبع القدیم دہلی) اب لگاؤ فتوی اسماعیل دھلوی پر۔ اگر سنی حنفی مطعون ہیں تو سنئے تمہارے ابن قیم نے حضرت شبلی کے بارگاہ رسالت میں حاضری کا مقام تسلیم کرتے ہوئے رسول اللہ کا ان کا استقبال کرتے ہوئے ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دینا لکھا ہے۔ اب بتایئے بقول آپ کے اگر شبلی منکر ختم نبوت تھے تو صاحب مقام باور کرانے والا ابن قیم منکرین ختم نبوت کا سردار کیوں نہیں؟ اور مزے کی بات یہ ہے کہ حضرت شبلی کے بارے میں وہابی کی عبارت میں موجود ہے کہ انہوں نے اس بات کی تردید بھی کردی تھی۔

امام الوہابیہ ابن قیم لکھتے ہیں: ابو بکر محمد بن عمر بیان کرتے ہیں کہ میں ابو بکر بن مجاہد کے پاس تھا کہ حضرت شبلی آئے تو امام ابو بکر بن مجاہد نے اُٹھ کر ان استقبال کیا معانقہ کیا اور اُن کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ میں نے کہا اے میرے سردار آپ حضرت شبلی کی ایسی تعظیم کرتے ہیں حالانکہ آپ اور جمیع اہل بغداد انہیں دیوانہ تصور کرتے ہیں، انہوں نے مجھے فرمایا: میں نے اُن کا استقبال اسی طرح کیا ہے جیسے میں نے رسول اللہ ﷺ کو اُن کا استقبال کرتے ہوئے دیکھا وہ یوں کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی اور شبلی حاضر خدمت ہوئے آپ نے اٹھ کر استقبال کیا اور اُن کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ شبلی کی اتنی عزت افزائی فرماتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ہر نماز کے بعد ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ﴾ (سورۃ توبہ کی آخری آیات) آخر سورت تک پڑھتا ہے اور تین مرتبہ کہتا ہے ﴿صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ﴾ فرماتے ہیں پھر حضرت شبلی میرے پاس آئے تو میں نے اُن سے پوچھا کہ تم نماز کے بعد کیا پڑھتے ہو تو انہوں بالکل اسی طرح بیان کیا۔ (وہابیوں کی کتاب "جلاء الافہام، لابن القیم ص ۳۳۴ - الباب الرابع والموطن الخامس والثلاثون، القول البدیع ص ۲۵۱ - الباب الرابع، دیوبندیوں کی کتاب "تبلیغی نصاب،، فضائل درود شریف ص ۱۱۴)

شارح بخاری امام ابن حجر کے شاگرد امام سخاوی "القول البدیع،، میں نقل کرتے ہیں: امام ابو بکر بن مجاہد نے فرمایا: کیا میں اُس آدمی کے لئے کھڑا نہ ہوں جس کی رسول اللہ ﷺ تعظیم کرتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت کی آپ ﷺ مجھے ارشاد فرمایا: اے ابو بکر کل صبح تیرے پاس اہل جنت میں سے ایک آدمی آئے گا جب وہ آئے تو اس کا اکرام و تعظیم کرنا، فرماتے ہیں اس کے بعد دو یا اس سے زیادہ راتیں گذریں تو مجھے پھر رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی فرمایا: اے ابو بکر اللہ تیرا اکرام فرمائے جیسا کہ تو نے جنتی آدمی کا اکرام کیا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ حضرت شبلی کو آپ کے حضور اتنا قرب کیسے نصیب ہو گیا ارشاد فرمایا: یہ آدمی پانچ نمازیں پڑھتا ہے اور ہر نماز کے بعد مجھے یاد کرتا ہے اور اس آیت کی تلاوت کرتا ہے ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ﴾ (سورۃ توبہ کی آخری آیات) اور یہ اسی (۸۰) سال سے یہ عمل کر رہا ہے میں ایسے

آدمی کا اکرام کیوں نہ کروں۔(القول البدیع ص۲۵۲-الباب الرابع) اب دیکھو وہابی، شارح بخاری امام ابن حجر کے شاگرد امام سخاوی پر کیا فتوی لگاتے ہیں۔

شطحیات کی واضح دلیل مسلم شریف کی اس حدیث میں موجود ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی کو اپنے بندے عاصی کی توبہ کرنے سے اس مسافر شخص سے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ جو ویرانے میں اپنی سواری پر سوار تھا کہ اس کی سواری اس سے چھوٹ گئی اور اس کا کھانا پانی اس سواری پر تھا وہ اس سے مایوس ہو کر ایک درخت کے نیچے آیا اور اس کے سائے میں لیٹ گیا۔ وہ اپنی سواری سے بالکل مایوس ہو چکا تھا کہ اچانک وہ کیا دیکھتا ہے کہ اس کی سواری اس کے پاس کھڑی ہے اس نے اس کی نکیل پکڑ کر خوشی کی شدت میں کہا: ,,اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں،، اس نے یہ خطا خوشی کی شدت کی وجہ سے کی۔(مسلم حدیث 2747 مشکوۃ کتاب الدعوات باب الاستغفار حدیث 2332) اس روایت میں ہے کہ ایک شخص نے خوشی کی شدت میں ایک غیر شرعی جملہ زبان سے نکالا لیکن چونکہ یہاں خوشی کی شدت میں اس کی عقل اس کے قابو میں نہ رہی تھی اس لئے اس کی غلطی پر مواخذہ نہ ہوگا بلکہ اس کو معذور قرار دیا جائے گا یہی حال مجذوب لوگوں کی شطحیات کا ہے۔

دوسرے نمبر چشتی رسول اللہ پر برسنے لگے حالانکہ ,,فوائد فریدیہ،، میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ یہاں صوفیہ کی شطحیات کا ذکر ہو رہا ہے جب صاحب کتاب ہی اس کی وضاحت کر رہا ہے تو اب شور مچانے کی ضرورت کیا ہے؟ دوسرے نمبر پر نقل کی گئی عبارت میں اس کا رد بھی کر دیا گیا ہے کہ اصلی کلمہ وہی ہے جو پہلا تھا اس ظالم وسفاک نجدی نے ,,برق آسمانی،، کا حوالہ تو دیا لیکن حقیقت چھپا گیا۔ اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ حضرت شبلی اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی وہ بزرگ ہیں جنہیں وہابی ملاں بھی اپنا پیشوا اور بزرگ مانتے ہیں۔ اب بتائیں وہ خود ان بزرگوں کو تسلیم کر کے ختم نبوت کے غدار قرار نہیں پاتے؟ اور یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ وہابیوں کے یہاں بریلویت کا آغاز اعلی حضرت سے ہوا ہے اور یہ بزرگ تو آپ سے بھی قبل کے ہیں اب ان وہابیوں کا ان بزرگوں کے نام سے اہل سنت بریلویوں پر الزام لگانا دھوکہ نہیں تو اور کیا ہے؟

اب آیئے ہم اصل بات بھی عرض کر دیں کہ شبلی رسول اللہ اور چشتی رسول اللہ کا صوفیہ کی زبان میں کیا مفہوم ہے مزے کی بات یہ ہے کہ یہ بات بھی ہم اسی نجدی مکار ہی کی ایک عبارت سے ثابت کئے دیتے ہیں، نجدی عیار نے لکھا ہے کہ بریلویوں کے غوث پیر مہر علی شاہ نے لکھا ہے: ,, سالک کا وجود بعینہ مظہر حقیقت محمدیہ ہو کر لا الہ الا اللہ چشتی (سالک) رسول اللہ کے ترنم میں آتا ہے (تحقیق الحق ص۱۰۷) نجدی شاطر نے اس عبارت کو لکھا تو اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے تھا لیکن اس عبارت نے اس کی محنت ضائع کر دی اور حقیقت نمایاں کر دی یعنی چشتی رسول اللہ نہیں یہاں سالک کا لفظ پوشیدہ ہے اور اصل عبارت یہ ہوگی کہ چشتی سالک رسول اللہ یعنی چشتی رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چلنے والا ہے اب واقعی مسئلہ بے غبار ہو کر خوب نکھر گیا ہے۔ لیکن وہابیوں کو ان چیزوں سے کیا غرض وہ تو محض لوگوں کو گمراہ کرنے کے چکروں میں ہیں۔

تیسرے نمبر پر نجدی مکار نے حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ انہوں نے غصہ میں آ کر ایک نوجوان کو کہا: کہو لا الہ انگریز رسول اللہ، لا الہ الا اللہ لندن کعبۃ اللہ،، اور آخر میں اپنے دھرم کی روایت کو برقرار رکھنے کے لئے لکھ مارا کہ: ,,ان کو نقل کرنے والوں نے بھی بطور استدلال وتائید اور بطور حجت ان کفریہ وگستاخانہ کلمات کو پیش کر رکھا ہے،،۔(ص۶) لعنت الله علی الکاذبین نہ تو حضرت میاں صاحب نے وہ کلمات پڑھائے اور نہ ہی ناقلین بطور دلیل انہیں مذکورہ کلمہ پڑھنے کے اثبات واستدلال پر نقل کیا ہے بلکہ حضرت میاں صاحب نے ایک شخص کو خلاف شرع کام پر ٹوکتے ہوئے اور شرم دلاتے ہوئے احساس دلایا کہ تمہیں شرم آنی چاہئے کہ کلمہ رسول اللہ کا پڑھتے ہو اور انگریزوں کے طریقے اپناتے ہو۔ پیش کی گئی کتاب کے اصل مقامات کو پڑھ کر ہر شخص ہماری بات کی تصدیق کر سکتا ہے۔

ہماری اس بحث سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ وہابیوں کا سارا دھندا مکر وفریب، خیانت اور جھوٹ پر مبنی ہے۔ اہل سنت احناف بریلوی نے کسی جگہ بھی ختم نبوت کا انکار نہیں کیا بلکہ تحفظ ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت کی خدمات کی جو توفیق اللہ تعالی نے ان کو عطا فرمائی وہ

صرف انہیں کا حصہ ہے جیسا کہ ابتداء میں ہم وہابیوں کے اقرار بھی نقل کر چکے ہیں۔کیا امانت ودیانت کا خون کر کے حقیقت پر پردہ ڈالا جا سکتا ہے؟ کیا جھوٹ اور بہتان لگا کر حقائق وواقعات کو چھپایا جا سکتا ہے نہیں اور ہرگز نہیں کیونکہ

حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے — کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

دوسروں کو کلمے بنانے اور گھڑنے کا طعنہ دینے والے وہابیوں کے ثناء اللہ امرتسری کا فیصلہ بھی سن لیجئے اس نے دوٹوک لکھا ہے:,,ہمارے ملک میں ایک نئی تثلیث قائم ہوئی ہے جو عیسائیوں کی تثلیث سے زیادہ مضبوط ہے وہ کسی طرح نہیں چاہتے کہ کسی قوم میں مل کر کام کریں بقول ڈپٹی محمد شریف امرتسری جب تک کوئی شخص یہ نہ مانے کہ لا الہ الا اللہ عبدالجبار امام اللہ اس سے ملنا جائز نہیں (اخبار اہل حدیث امرتسر ص ۱۱ کالم ۳،۵-اپریل ۱۹۱۲ء)

غیر مقلدین حضرات کے مولوی ابوالقاسم بنارسی نے اپنی جماعت کا کلمہ میں زیادتی کرنے کا اظہار ان لفظوں میں کیا ہے:,,اہل حدیث کے دور کو مدت گذر گئی اسی امتداد زمانہ کی وجہ سے ان کے آزاد خیالات میں انقلاب اور ہمت آ گئی حتی کہ اپنے پرانے ورد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو بھی بھولنے لگے اور اس کے ساتھ نہ معلوم کیا کیا ایزاد کئے (اخبار اہل حدیث امرتسر ص ۷-۸--۹ جولائی ۱۹۱۵ء بحوالہ وہابی مذہب)۔

خود کو ختم نبوت کے واحد محافظ سمجھنے والے اپنی حقیقت کو جان لیں یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے منکرین ختم نبوت پیدا کئے ان کا تحفظ کیا اور ان کے شانہ بشانہ چلتے رہے۔گلستانوں کو سنوارنے کا دعوی کرنے والے وہابیو! ہمیں بتاؤ ان چمنستانوں کو بیابان میں کس نے تبدیل کیا ہے؟ آخر میں یہ فیصلہ کن عبارت بھی سن لیں وہابیوں نے لکھا ہے: مرزائی جھوٹے نبی کے سچے غلام اور ہم سچے نبی کے جھوٹے غلام ہیں (ماہنامہ ضیائے حدیث اور ختم نبوت نمبر اپریل مئی ۲۰۰۹ء) لہذا ہماری وہابیوں سے گذارش ہے کہ آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں ہم اگر کچھ کہیں گے تو شکایت ہوگی۔

وہابیوں کی قادیانیت نوازی: وہابیوں کے اکابرین کے مرزائیوں کے ساتھ گہرے روابط تھے اور خود مرزا قادیانی بھی پہلے غیر مقلدیت کی گمراہی میں گھرا اور بعد ازاں نبوت کا دعوی کر دیا۔اختصار کے پیش نظر چند حوالہ جات حاضر خدمت ہیں۔

☆غیر مقلدین کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی کے مرزا قادیانی کے ساتھ گھریلو تعلقات تھے یہی وجہ ہے کہ ان کا دوسرا نکاح نذیر حسین دہلوی نے پڑھایا۔(حیات طیبہ از شیخ عبدالقادر مربی قادیانی ص ۷۶) یہ کتاب مرزا بشیر خلیفہ مرزا قادیانی کی تائید اور حمایت سے لکھی گئی۔

☆اسی کتاب کے ص ۳۶۹ پر موجود ہے کہ: ابوالکلام آزاد جن پر غیر مقلدین کو ناز ہے کے بھائی مولوی غلام یاسین، مرزا صاحب کے گھر آتے رہے اور مرزا صاحب کی مہمان نوازی سے لطف اندوز ہوتے رہے اور واپس آ کر اخبار ,,وکیل،، میں ان کی تعریف کے وہ پل باندھے کہ الامان والحفیظ۔

☆,,سیرت مہدی،، جو مرزا قادیانی کے بیٹے نے اپنے والد کے حالات زندگی پر تحریر کی ہے اس کے ص ۴۹ پر مرزا بشیر لکھتا ہے۔,,عقائد وتعامل کے لحاظ سے مرزا صاحب کا طریق حنفیوں کی نسبت اہل حدیث سے زیادہ ملتا جلتا ہے۔،،

☆تحریک آزادی فکر کے ص ۱۸۸ پر اسماعیل سلفی وہابی نے لکھا ہے کہ مرزا صاحب غیر مقلد تھے۔

☆اور پھر مرزا نے خود لکھا,,ہماری جماعت بنسبت عبداللہ چکڑالوی (منکر حدیث) کے اہل حدیث سے اقرب ہے،،(مجدد اعظم ج ۲ ص ۹۱۷)

☆,,مکتوبات احمدیہ،، جلد ۵ ص ۵۳ پر ہے,,مرزا صاحب، حنفی تقلید پر قائم نہیں اور نہ ہی اسے اچھا جانتے ہیں۔☆اکثر احمدی اہل حدیث ہوئے ہیں (عطر البلیغ ج ۲ ص ۱۵۶)

مرزا صاحب کے معمولات: مرزا صاحب سینہ پر ہاتھ باندھنے کے قائل تھے۔(ذکر حبیب ص ۴۴)

☆فقہ احمدی ج اول ص ۳۲ پر نماز احمدی کا طریقہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے,,ہاتھ سینے پر باندھنا چاہئے،،

☆مجھے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا کبھی پسند نہیں ہوا۔(فرمان مرزا قادیانی)(سیرت مہدی ص ۱۰۲)

☆مرزا صاحب ایک وتر پڑھتے تھے۔(سیرت مہدی ج ۳ ص ۴۸)

☆تراویح کی آٹھ رکعتوں کے قائل تھے (سیرت مہدی ج۲ص۱۴)

☆مرزا صاحب ہاتھ سینہ پر باندھتے، آمین بالجہر کرتے اور رفع یدین کرتے تھے۔ (سیرت مہدی ج۳ص۶۸)

☆جرابوں کے مسح کے قائل تھے۔ (مجدد اعظم ج۲ص۱۲۵۰) (سیرت مہدی ج۲ص۲۷)

☆قصر کے لئے سفر کے تعیین کے قائل نہ تھے۔ (ملفوظات احمدیہ ج۱ص۱۹۹)

☆فاتحہ خلف الامام کو فرض قرار دیتے تھے (سیرت مہدی ج۲ص۵۰) فاتحہ خلف الامام واجب ہے (فقہ احمدیہ ص۴۱)

یاد رہے کہ یہ تمام معمولات غیر مقلدین وہابی حضرات کے ہیں۔

امام الوہابیہ اسماعیل قتیل دہلوی کا عقیدہ انکار ختم نبوت غیر مقلدین اور دیوبندیوں کے متفق علیہ اور مستند اور معتمد پیشواء اسماعیل قتیل دہلوی نے لکھا: اس شہنشاہ (اللہ تعالیٰ) کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی ولی جن فرشتہ جبریل اور محمد پیدا کر ڈالے (تقویۃ الایمان ص۳۱ مطبوعہ دہلی) یعنی حضور ﷺ کے بعد ایک نہیں کروڑوں نبی کے آنے کا امکان ہے (نعوذ باللہ) ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا ہے اگر نبی آنا ممکن ہو تو حضور ﷺ آخری نبی نہیں رہتے اور اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

ثناء اللہ امرتسری: ثناء اللہ امرتسری وہابیوں کے مشہور مناظر گذرے ہیں ظہیر صاحب نے اس کے متعلق لکھا ہے۔ شیخ الاسلام والمسلمین وکیل ملۃ الاسلامیۃ مناظر اسلام جنہوں نے تمام باطل فرقوں، قادیانیوں، آریہ، ہندو، مجوس اور عیسائیوں وغیرہم کے منہ میں سکوت کی لگام ڈال دی۔ (البریلویہ ص:۱۷۸) اب امام الوہابیہ ثناء اللہ امرتسری کا مرزائیوں کے متعلق عقیدہ ملاحظہ ہو۔

مرزائی کو امام بنانا از روئے حدیث شریف جائز نہیں ہے اجعلوا آئمتکم خیارکم اپنے میں سے اچھے لوگوں کو امام بنایا کرو بنانے کا گناہ الگ رہا نماز ادا ہو جائے گی (اخبار اہل حدیث امرتسر ص:۱۱ کالم ۲، ۳۱ مئی ۱۹۱۲ء)

شیعوں اور مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز: ثناء اللہ امرتسری صاحب اپنا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ میرا مذہب اور عمل ہے کہ ہر کلمہ گو کے پیچھے اقتداء جائز ہے چاہے وہ شیعہ ہو یا مرزائی۔ (اخبار اہل حدیث امرتسر ص:۶، ۲ اپریل ۱۹۱۵ء) تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ کافر اور گستاخ کے پیچھے نماز نہیں ہو سکتی یہ کہہ رہے ہیں مرزائیوں اور شیعوں کے پیچھے نماز پڑھ لو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مرزائی اور شیعہ حضرات کو وہابی مسلمان سمجھتے ہیں۔ حدیث میں بھی امامت کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: الصلاۃ واجبة علیکم خلف کل مسلم اور ہر مسلمان کے پیچھے تم پر نماز واجب ہے (ابوداود حدیث ۲۵۳۳ کتاب الجہاد) مشکوۃ حدیث:۱۱۲۵ کتاب الصلاۃ باب الامامۃ

ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں۔ اگر عورت مرزائن ہے تو اس سے نکاح جائز ہے۔ اخبار اہل حدیث امرتسر ص: نومبر ۱۹۳۳ء

کلک رضا ہے خنجر خون خوار برق بار
اعداء سے کہدو خیر منائیں نہ شر کریں
وہ رضا کی نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار، وار سے پار ہے

☆☆☆☆☆

Monthly **AL-HAQIQA** January 2012
Reg.No. C.P.L.169

نویں سالانہ

محفل میلاد مصطفیٰ

بتاریخ: 19 جنوری بروز جمعرات بعد از نماز عشاء

بمقام :۔ جامعہ انوار لاثانی (پنڈی سینیاں)

بفیضان نظر:

مہبطِ تجلیاتِ توحید شارحِ اسرارِ تفرید وارثِ علومِ حبیبِ کریم ﷺ پیکرِ وسعت تصرفات

شاہکار حضورِ نقشِ لاثانی

پروفیسر محمد حسین آسی

زیرنگرانی
حافظ محمد عمران آسوی

زیر صدارت

پیکرِ محبت عاشقِ رسول مردِ مومن

محمد عطاء الحق صاحب

زیب سجادہ حضور مفکر اسلام

خصوصی خطاب

ڈاکٹر

خادم حسین خورشید

الازہری

خطاب

خطیب نکتہ داں

قاضی محمد عثمان حسینی

غلام مصطفیٰ مجددی

تلاوت قاری خادم بلال مجددی صاحب گوجرانوالہ

نعت خواں

طاہر محمود مجددی صاحب آف گوجرانوالہ
شاہد حسین قادری آف ظفروال

منجانب: شیران اسلام یونٹ پنڈی سینیاں / الداعی الخیر: اہلیان پنڈی سینیاں

تحصیل شکرگڑھ